بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارہ پانزدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۴۴۹

کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جبرئیل امین جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں براق لے کر حاضر ہوئے جو قد میں خچر سے چھوٹا تھا اور گدھے سے بڑا۔ کنوتیاں اُس کی برابر چلتی رہتی تھیں۔ نظر اُس کی اپنے سموں پر رہتی تھی۔ اور جہاں سے جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے اتنے عرصہ کو ایک قدم میں طے کر لیتا تھا۔ اور کافی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ جب وہ کسی پہاڑ پر چڑھنے کا قصد کرتا تو اُس کے آگے کے پاؤں چھوٹے ہو جاتے اور پچھلے بڑے اور جب پہاڑ سے اُترنے کا ارادہ کرتا تو اگلے پاؤں بڑھ جاتے اور پچھلے چھوٹے ہو جاتے۔ اُس کی داہنی طرف کی یال کے بال کھڑے رہتے تھے۔ اُس کے دو پر پیچھے کی طرف لگے ہوئے تھے۔

عیونِ اخبار الرضا میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ خدا تعالےٰ نے براق کو میرے لئے مسخر فرما دیا تھا اور وہ جنت کے چوپایوں میں سے ایک چوپایہ ہے۔ قد میں نہ تو بہت چھوٹا ہے اور نہ بہت بڑا۔ اس پر بھی اگر خدا تعالےٰ اسے حکم دیتا تو ایک ہی دفعہ کے چلنے میں دنیا اور آخرت کا پورا چکر کر جاتا۔ اور وہ تمام چوپایوں میں رنگ کی حیثیت سے بھی سب سے خوبصورت تھا۔

تفسیر قمی میں بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام مروی ہے کہ جناب جبرئیل امین اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل براق لے کر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے تو لگام تھامی دوسرے نے رکاب پکڑی اور تیسرے نے اُس پر آنحضرتؐ کے لباس کو ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ اب براق لگا کلیلیں کرنے تو جبرئیل امین نے اُس کے طمانچہ مار کر فرمایا کہ اے براق ٹھہر جا کہ اِن جیسا کوئی نبی نہ تو ان سے پہلے تجھ پر سوار ہوا اور نہ ان کے بعد کوئی سوار ہوگا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ وہ آنحضرتؐ کو لیکر چلا اور بلند ہونا شروع ہوا۔ بہت زیادہ نہیں جبرئیل امین ساتھ ساتھ تھے اور آنحضرتؐ کو آسمان و زمین کی نشانیاں دکھاتے جاتے تھے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں چلا ہی جا رہا تھا کہ داہنی طرف سے پکارنے والے نے پکارا یا محمدؐ میں نے اُس طرف کوئی توجہ نہیں کی اور اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے بائیں طرف سے

پکارا۔ میں نے اُس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا اور اُس طرف بھی توجہ نہ کی۔ پھر ایک عورت میرے سامنے آئی جس کی دونوں باہیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ دنیا کی ہر زیب وزینت سے مزین تھی اور وہ کہنے لگی کہ اے محمد ذرا ٹھیر جایئے مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ میں نے اس کی طرف بھی کوئی توجہ نہ کی پھر میں آگے بڑھا چلا گیا تو میں نے ایک آواز سُنی جس نے میرا دل دَہلا دیا (ذرا طبیعت ٹھیری تھی) کہ جبرئیلؑ امین نے مجھے اُتارا اور مجھ سے کہا کہ نماز پڑھ لیجئے۔ میں نے اُتر کر نماز پڑھی اور مجھ سے دریافت کیا کہ حضور جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی؟ میں نے کہا نہیں۔ تو اُنہوں نے بتایا کہ یہ مدینۂ طیبہ ہے جہاں آپ کو ہجرت کرکے آنا ہے۔ پھر میں سوار ہوا اور جہاں تک خدا کو منظور ہوا ہم چلے گئے۔ پھر جبرئیلؑ امین نے مجھ سے کہا کہ اُتریئے اور نماز پڑھیئے۔ چنانچہ میں نے نماز پڑھی تو اُنہوں نے دریافت کیا کہ حضور سمجھے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی میں نے کہا نہیں تو اُنہوں نے کہا کہ یہ نماز آپ نے طور سینا میں پڑھی ہے جہاں اللہ تعالےٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ پھر میں سوار ہوا اور جہاں تک خدا کو منظور تھا ہم چلے گئے۔ اُس کے بعد جبرئیلؑ امین نے مجھ سے کہا کہ اُتریئے اور نماز پڑھیئے چنانچہ میں نے اُتر کر نماز پڑھی۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا یا رسول اللہ آپ نے سمجھا بھی کہ یہ نماز آپ نے کہاں پڑھی۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ جبرئیلؑ بولے آپ نے بیت اللحم میں نماز پڑھی ہے اور بیت اللحم بیت المقدس کے اطراف میں ہے۔ اسی جگہ حضرت عیسےٰ ابن مریمؑ پیدا ہوئے تھے۔ پھر ہم سوار ہوکر چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے۔ اور جس حلقے میں انبیائے سابقین اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے اُسی میں میں نے بُراق کو باندھ دیا اور مسجد میں داخل ہوا۔ جبرئیلؑ امین میرے ساتھ ساتھ تھے۔ یہاں ہم نے حضرتِ ابراہیمؑ حضرت موسےٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ کو انبیاء کے گروہ میں جو مشیتِ الٰہی سے وہاں موجود تھے دیکھا۔ وہ سب کے سب میرے گرداگرد جمع ہوگئے۔ اقامت کہی گئی۔ مجھے ذرا بھی شک نہ تھا کہ جبرئیلؑ ہم سب کے آگے کھڑے ہونگے مگر جب صفیں درست ہوگئیں تو جبرئیلؑ نے میرا بازو پکڑ کے مجھے سب کے آگے کھڑا کردیا۔ میں نے اُن سب کی پیشنمازی کی مگر مجھے اس بات پر کچھ فخر نہیں ہے۔ نماز کے بعد خازن (رحمان خانۂ الٰہی کا داروغہ) میرے سامنے تین پیالے لایا۔ ایک میں دُودھ تھا۔ دُوسرے میں پانی۔ تیسرے میں شراب۔ ساتھ ہی میں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے سنا کہ اگر اُنہوں نے پانی لے لیا تو یہ خود بھی ڈوب جائیں گے اور اِن کی اُمت بھی ڈوب جائے گی اور اگر شراب پی لی تو خود بھی بھکیں گے اور اُمت بھی بھک جائے گی اور جو لیا دودھ تو خود بھی راہِ راست پر قائم رہیں گے اور اِن کی اُمت بھی۔ آنحضرتؐ کا بیان ہے کہ میں نے دودھ کا پیالہ اُٹھایا۔ اور اُس میں سے (جتنا مناسب جانا) پی لیا۔ اس پر جبرئیلؑ امین مجھ سے کہنے لگے (یا رسول اللہ!) آپ بھی راہِ راست پر برقرار رہے اور آپ کی اُمت کی ہدایت کا بھی سامان ہوگیا۔ پھر جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا

یا حضرت آپ نے راہ میں کیا کیا چیزیں ملاحظہ فرمائیں؟ میں نے جواب دیا کہ اپنی داہنی طرف سے میں نے ایک منادی کی آواز سنی تھی. جبرئیلؑ نے عرض کیا آپ نے اُسے کوئی جواب تو نہیں دیا تھا؟ میں نے کہا جواب کیسا! میں نے تو اُس کی طرف توجہ بھی نہ کی. جبرئیل نے کہا وہ پکارنے والا یہود کا پیشوا تھا اگر آپ اُس سے خطاب کرتے تو آپ کے بعد آپ کی ساری اُمت یہودی ہو جاتی. جبرئیلؑ بولے پھر آپ نے کیا ملاحظہ فرمایا؟ میں نے جواب دیا کہ کسی منادی نے میری بائیں جانب سے مجھے پکارا۔ (یہ سُنکر) وہ کہنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ آپ نے اُس سے کلام تو نہیں کیا؟ میں نے کہا۔ کلام کیسا میں نے اس کی طرف التفات بھی نہیں کیا۔ جبرئیلؑ نے کہا وہ دینِ نصاریٰ کی طرف بُلانے والے کی آواز تھی. اچھا ہوا کہ آپ نے اُسے جواب نہ دیا ورنہ آپ کے بعد آپ کی ساری اُمت نصرانی ہو جاتی. پھر جبرئیلؑ نے پوچھا وہ کون چیز تھی جو آپ کے سامنے آ موجود ہوئی تھی؟ میں نے جواب دیا مجھے ایک عورت ملی۔ جس کے دونوں بازو کھُلے ہوئے تھے اور ہر قسم کی دنیاوی زینت سے وہ آراستہ تھی۔ کہنے لگی کہ اے محمدؐ ذرا ٹھیریے مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ اس پر جبرئیلؑ امین نے دریافت کیا کہ آپ نے اُس عورت سے کوئی بات کی؟ میں نے کہا نہ تو میں نے اُس سے کوئی بات کی اور نہ میں اس کی طرف متوجہ ہوا. جبرئیلؑ نے کہا وہ عورت (اصل میں) دنیا تھی۔ اگر آپ اس سے بات چیت کر لیتے تو آپ کی ساری اُمت آخرت کو چھوڑ کے محض دنیا کو اختیار کر لیتی۔ میں نے کہا پھر مجھے ایسی ہولناک آواز آئی جس نے میرے دِل کو دَہلا دیا. جبرئیلؑ بولے یا رسول اللہ! آپ نے کچھ سُنا؟ میں نے کہا ہاں کچھ سُنا. کہنے لگے ستر برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ جہنم کے کنارے ایک پتھر تھا جسے میں نے اُس میں ڈھکیل دیا تھا۔ اس وقت وہ تہ میں جا کر بیٹھا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس خبر کے سُننے کے بعد جب تک آنحضرتؐ زندہ رہے کبھی نہیں ہنسے۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر جبرئیلؑ آسمانِ اوّل پر گئے اور ان کے ساتھ ساتھ میں بھی گیا۔ اُس پر ایک فرشتہ ہے جس کا نام اسمٰعیلؑ ہے۔ صاحبِ خطفہ وہی ہے جو شیاطین کو تیروں سے مارتا ہے جس کے بارے میں جناب باری عزّ اسمہ ارشاد فرماتا ہے اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۰ (دیکھو صفحہ ۲۱۷ نوٹ نمبر ۳) اُس فرشتے کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہیں کہ اُن میں سے ہر ایک فرشتہ کے ماتحت ستر ستر ہزار فرشتے اور ہیں۔ اُس فرشتے نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ تمہارے ہمراہ کون بزرگوار ہیں؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا میرے ہمراہ (پیغمبر آخر الزمان) جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ ہیں۔ اُس نے کہا کیا وہ جناب مبعوث برسالت ہو گئے؟ جبرئیلؑ نے کہا ہاں۔ پس اُس نے آسمان کا کھول دیا. میں نے اُسے سلام کیا اور اُس نے جواب میں مجھے سلام کیا۔ میں نے اُس کے لئے طلبِ مغفرت کی اور اُس نے میرے لئے طلبِ مغفرت کی اور میرے آنے پر اظہارِ خوشنودی کیا اور ملائکہ مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ یہاں تک کہ جب آسمان اوّل میں داخل ہوا۔ تو

کوئی فرشتہ مجھے ایسا نہ ملا جو مجھے دیکھ کر خوش نہوا ہو - اور مجھے اُس نے بشارت نہ دی ہو - مگر ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ جس سے زیادہ بڑی کوئی مخلوق میں نے اُس وقت تک نہیں دیکھی تھی - صورت اُس کی بدصورت اور چہرہ سے غیظ و غضب کے آثار نمایاں تھے - پس اُسنے مثل اوروں کے سلام و دعا کے کلمات تو ادا کیئے مگر ہنسا نہیں اور نہ میں نے اُس کے چہرے سے وہ خوشی کے آثار پائے جو اور فرشتوں کے چہرے سے ظاہر ہوئے تھے جو مجھے دیکھ کر مسکرائے تھے میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کون ہے ؟ میں تو پریشان ہوگیا جبرئیل نے کہا اس سے تو پریشان ہونا ہی چاہیئے اس لئے کہ ہم سب اس سے پریشان رہتے ہیں - یہ مالک داروغۂ جہنم ہے - یہ کبھی نہیں ہنسا اور جب سے خدا تعالےٰ نے اسے جہنم کا اختیار دیا ہے خدا کے دشمنوں اور نافرمانوں پر اس کا غیظ و غضب بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور خداوند عالم اس کے ذریعے سے اُن لوگوں سے انتقام لیگا - اگر آپ سے پہلے جو گزر رہے ہیں اُن میں سے یہ کسی کے سامنے ہنسا ہوتا یا آپ کے بعد جو آنے والے ہیں اُن میں سے کسی کے لئے ہنسنے والا ہوتا تو بے شک آپ کی حضور میں بھی ہنستا - مگر اس کو تو کبھی ہنسی آتی ہی نہیں - الغرض میں نے اُس کو سلام کیا - اُس نے جواب سلام دینے کے بعد مجھے جنت کی خوشخبری دی - پھر میں نے جبرئیلؑ سے یہ کہا اور جبرئیلؑ کی وہ قدر و منزلت تھی کہ حق تعالےٰ نے اُن کی مدح میں فرمایا ہے مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ (دیکھو صفحہ ۹۳۷ نوٹ نمبر ۱) اے جبرئیلؑ آیا تم مالک کو حکم نہیں دیتے کہ وہ ہمیں دوزخ کا معائنہ کرادے - جبرئیلؑ نے مالک سے فرمایا اے مالک تم جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہنم کا معائنہ کرادو - یہ سنتے ہی اُس نے اوّل تو دوزخ کی آڑ کو دور کیا اور پھر اُس کا ایک دروازہ کھولدیا - پس اُس سے ایک شعلہ بلند ہوا جو آسمان میں پھیل گیا - جہنم کی آگ بھڑکی اور بلند ہوئی یہانتک کہ مجھے گمان ہوا کہ یہ مجھ کو لپیٹ لیگی - میں نے جبرئیلؑ سے کہا اے جبرئیلؑ مالک سے کہدو کہ اُس آڑ کو پھر قائم کردے - مالک نے آڑ کو حکم دیا کہ اپنی جگہ قائم ہو جائے - چنانچہ وہ آڑ جس مقام سے ہٹی تھی اُسی جگہ قائم ہوگئی - پھر میں وہاں سے روانہ ہوا - راہ میں ایک بزرگوار گندم رنگ قوی الجثہ میری نظر پڑے - میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں ؟ اُنہوں نے کہا یہ آپ کے دادا حضرت آدم علیہ السّلام ہیں - آنحضرتؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ اُن جناب کے سامنے اُن کی ذرّیت پیش ہورہی ہے تو وہ فرماتے جاتے ہیں کہ اچھی خوشبو ہے اور اچھی خوشبو پاک جسم سے آرہی ہے - پھر آنحضرتؐ نے سورہ مطففین کی اٹھارہویں آیت كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ سے شروع کرکے آخر تک تلاوت فرمائی - پھر حضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا حضرت آدمؑ پر سلام کیا اور اُنہوں نے مجھ پر سلام کیا اور میں نے اُن کے لئے استغفار کیا - اُن حضرتؐ نے مجھے دعا دی اور فرمایا مرحبا اے فرزند صالح اور نبی صالح تم زمانۂ صالح میں مبعوث برسالت ہوئے - پھر میرا گزر ایک فرشتہ کے پاس سے ہوا جو

ایک مقام بلند پر بیٹھا ہوا تھا اُس کے دونوں گھٹنوں کے مابین ساری دنیا تھی اور اُس کے ہاتھ میں ایک نور کی لوح تھی اور اُس میں ایک نوشتہ بھی تھا جس کی طرف وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ نہ داہیں طرف توجہ کرتا تھا نہ بائیں طرف۔ رنجیدہ دردمند کی طرح اُسی لوح کی جانب (سر جھکائے ہوئے) نگراں تھا۔ میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کون ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا یہ ملک الموت ہے قبض روح اِسی کا کام ہے۔ میں نے کہا اے جبرئیلؑ تم مجھے اس کے قریب لے چلو کہ میں اس سے باتیں کرونگا وہ مجھ کو اُس کے پاس لے گئے اور میں نے اُس پر سلام کیا۔ جبرئیلؑ امین مخاطب ہوئے کہ اے ملک الموت! یہ نبی رحمت ہیں۔ خدا نے اپنے بندوں کی طرف اِن کو رسول مقرر کرکے بھیجا ہے۔ یہ سُن کر ملک الموت نے مجھ سے مرحبا کہا اور سلام کرکے کہا اے محمدؐ خوش ہو جیسے میں آپ کی اُمت میں ہر قسم کی بھلائی دیکھتا ہوں۔ میں نے جواب دیا میں خدائے منّان کی حمد بجا لاتا ہوں جس نے اپنے بندوں کو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ (جو کچھ مجھ پر خدا کی مہربانی ہے) یہ میرے پروردگار کا مجھ پر فضل اور اُس کی رحمت ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا اس ملکِ مقرّب کا عمل سارے فرشتوں سے زیادہ سخت ہے۔ میں نے کہا اے جبرئیلؑ! آیا وہ سب لوگ جو مر چکے ہیں یا اس زمانہ کے بعد مرینگے اُن سب کی رُوح یہی قبض کریں گے؟ اُنھوں نے جواب دیا جی ہاں۔ میں نے پوچھا جہاں جہاں آدمی ہوتے ہیں آیا یہ فرشتہ اُن سب کو دیکھ لیتا ہے اور (قبض روح کے وقت) سب کے پاس پہونچ جاتا ہے؟ جبرئیلؑ بولے۔ جی ہاں۔ ملک الموت کہنے لگے ساری دنیا کی مثال جس کو خدا نے میرے قابو میں کیا ہے اور اُس پر مجھے پوری قدرت دی ہے ایسی ہے جیسے آدمی کے ہاتھ میں ایک درہم ہوتا ہے اور وہ اُس کو جس طرح چاہتا ہے اُلٹتا پلٹتا ہے اور کوئی گھر ایسا نہیں ہوتا کہ جس میں ہر روز پانچ مرتبہ نظر نہ کرتا ہوں جس گھر والے کسی مُردے پر روتے ہیں تو میں اُن سے کہتا ہوں کہ اس کے غم میں نہ روؤ کہ میں تمہارے پاس بھی مکرر آؤں گا تاآنکہ تم میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہیگا۔ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہٖ نے فرمایا۔ اے جبرئیلؑ بربادی کے لئے موت کافی ہے۔ جبرئیلؑ نے جوابدیا موت کے بعد جو بربادی ہے وہ موت کی بربادی سے زیادہ سخت ہے۔ پھر میں وہاں سے آگے بڑھا تو میرا گزر ایسی قوم کی طرف سے ہوا جن کے سامنے دسترخوان بچھے ہوئے ہیں کہ اُن پر عمدہ گوشت بھی ہے اور خراب بھی مگر وہ لوگ عمدہ گوشت کو تو چھوڑ دیتے ہیں اور بُرے گوشت کو کھاتے ہیں۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو مال حرام کھاتے ہیں اور مالِ حلال کو چھوتے بھی نہیں اور یہ سب آپ کی امت میں سے ہیں۔ پھر میں نے ایک فرشتہ کو دیکھا جس میں خدا نے عجیب و غریب صنعت قرار دی ہے کہ آدھا بدن اُس کا آگ کا ہے اور آدھا برف کا۔ نہ آگ برف کو پگھلاتی ہے اور نہ برف آگ کو بجھاتی ہے۔ وہ بلند آواز سے کہہ رہا ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِيْ كَفَّ حَرَّ هٰذِهِ النَّارِ فَلَا يُذِيْبُ الثَّلْجَ

وَكَفَّ بَرْدَ الثَّلْجِ فَلَا يُطْفِئُ حَرَّ هٰذِهِ النَّارِ اَللّٰهُمَّ مُؤَلِّفٌ بَيْنَ الثَّلْجِ وَالنَّارِ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔" پاک ہے وہ اللہ جس نے اس آگ کی حرارت کو روکا کہ وہ برف پگھلا نہیں سکتی اور اس برف کی برودت کو روکا کہ وہ آگ کو بجھا نہیں سکتی۔ اے اللہ اے برف اور آگ کے مابین الفت پیدا کرنیوالے تو اپنے مومن بندوں کے دلوں میں اُلفت پیدا کردے"۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا۔ یہ کون فرشتہ ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا یہ ایک ملک مقرب ہے جس کو پروردگار عالم نے آسمان وزمین کے اطراف پر مقرر فرمایا ہے۔ یہ فرشتہ مومنین کا جو زمین پر رہتے ہیں بڑا خیرخواہ ہے۔ جب سے یہ پیدا ہوا ہے اُن کے لئے خدا سے دعا کرتا رہتا ہے جیسا کہ حضور سُن رہے ہیں۔ دو فرشتے آسمان کے دروازے پر اور ہیں ایک اُن میں سے یوں دعا کرتا ہے خدایا جو لوگ تیری درگاہ میں مال صرف کریں تو اُنکو اُس کا عوض عطا فرمادے اور دوسرا یہ عرض کرتا ہے یا اللہ ہر بخیل بندہ کے مال کو تلف فرمادے۔ پھر آگے بڑھا اور ایک گروہ کی طرف سے گزر ہوا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کی مانند تھے۔ اُن کے پہلوؤں سے گوشت کاٹا جاتا تھا اور اُن کے مُنہ میں ڈالا جاتا تھا۔ جبرئیل سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بندگانِ خدا کی عیب جوئی اور چغل خوری کیا کرتے ہیں۔ پھر میرا ایک قوم پر گزر ہوا جن کے سروں کو فرشتے پتھر سے کچلتے تھے۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر نمازِ عشا ادا کئے ہوئے سو جاتے ہیں۔ پھر ایک قوم پر میری نظر پڑی جن کے مُنہ میں آگ ڈالی جاتی تھی اور پشتوں کی راہ سے نکل جاتی تھی۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ اُنہوں نے کہا یہ وہ ہیں جو یتیموں کا مال (ناحق) ناحق اور بروئے ظلم کھا جاتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ آگ کھاتے ہیں اور قیامت کے دن یہ سب دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈالے جائیں گے۔ پھر آگے چلا تو کچھ لوگ دیکھے۔ جو کھڑا ہونا چاہتے ہیں مگر توند بڑی ہونے کی وجہ سے اُٹھ نہیں سکتے۔ جبرئیل نے مجھے خبر دی کہ یہ لوگ سودخوار ہیں۔ قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس طرح اُٹھیں گے جیسے کسی کو شیطان مس کرکے خبطی بنادے۔ یہ لوگ فرعون کی راہ پر ہیں۔ صبح وشام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ پس یہ لوگ عرض کرتے ہیں خدایا قیامت کب قائم ہوگی؟ پھر میں نے آگے چل کے چند عورتیں دیکھیں جو پستانوں کے بل لٹکی ہوئی تھیں۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیل یہ عورتیں کون ہیں؟ اُنہوں نے عرض کی یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کی اولادیں جنتی ہیں اور اپنے شوہروں کے مال اُن کو میراث میں دلواتی ہیں۔ یہ سُنکر حضور سرورِ عالم نے فرمایا خدا اُن پر سخت عذاب نازل کرے جو اپنے بچوں کو غیروں کی نسل میں داخل کردیتی ہیں کہ وہ اُن لوگوں کی (نامحرم) عورتوں پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن کا مال (ناجائز) کھاتے ہیں۔ پھر ہم فرشتوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے جن کو خدا تعالےٰ نے جیسا چاہا پیدا کیا ہے اور اُن کے چہروں کی وضع قطع جیسی چاہی قرار دی ہے۔ ان فرشتوں کے جسموں کا کوئی جوڑ بند ایسا نہیں

ہے جو خدا کی حمد اور تسبیح مختلف آوازوں میں (چلا) چلا کے اور خوفِ خدا سے رو رو کے نہ کرتا ہو۔ میں نے اُن کا حال جبرئیلؑ سے دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ جس طور سے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اسی طرح یہ فرشتے پیدا کیے گئے ہیں نہ تو آج تک اُن میں سے ایک فرشتے نے دوسرے سے بات کی ہے اور نہ انہوں نے اپنے سروں کو بلند کیا ہے اور نہ نیچے کو جھکایا ہے۔ یہ سب باتیں خدا کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ہیں۔ میں نے اُن پر سلام کیا مگر اُنہوں نے میری طرف بغیر نظر کئے ہوئے سلام کا جواب دیا۔ جبرئیلؑ اُن سے مخاطب ہوئے کہ اے فرشتو آگاہ ہو جاؤ یہ ہیں حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ نبیِ رحمت۔ خدا نے اِن کو اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے۔ نبوت اُن پر ختم ہو چکی۔ یہ تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ تم اِن جنابؐ سے کلام کیوں نہیں کرتے ہو؟ اُن فرشتوں نے جبرئیلؑ کی یہ گفتگو سُنی تو سب نے متوجہ ہو کر مجھ پر سلام کیا اور میرا اکرام کیا اور مجھ کو اور میری اُمت کو بھلائی کی بشارت دی۔ پھر ہم دوسرے آسمان پر پہنچے۔ وہاں دو شخص دیکھے جو ایک دوسرے سے شکل و صورت میں مشابہت رکھتے تھے۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ دونوں کون ہیں؟ جواب دیا یہ یحیٰؑ اور عیسٰےؑ خالہ زاد بھائی ہیں۔ پس میں نے اُن دونوں پر سلام کیا اور اُنہوں نے مجھ پر سلام کیا۔ میں نے اُن کے لئے دعا کی۔ اُنہوں نے بھی مجھے دعا دیکر کہا مرحبا اے برادرِ صالح اور اے نبیِ صالح بعد اس کے میں نے فرشتوں کا ایک گروہ دیکھا جن کے چہروں سے خضوع و خشوع کا اثر نمایاں تھا۔ خدا نے جس سمت چاہا اُن کے چہروں کا رُخ قرار دیا تھا۔ اُن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو طرح طرح کی آوازوں میں خدا کی حمد و تسبیح نہ کرتا ہو۔ پھر ہم تیسرے آسمان پر گئے وہاں ایک شخص ایسا حسین و خوبصورت تھا جس کا حُسن تمام خلائق سے اس قدر زائد تھا جیسے چودھویں رات کا چاند تمام ستاروں پر روشنی میں فوقیت و فضیلت رکھتا ہے۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا یہ آپ کے بھائی یوسفؑ (نبی) ہیں۔ پس میں نے اُن پر سلام کیا۔ اُنہوں نے مجھ پر سلام کیا۔ میں نے اُن کے لئے دعا کی۔ اُنہوں نے بھی دعا دے کر کہا مرحبا اے برادرِ صالح اور اے نبیِ صالح جو مناسب زمانہ میں مبعوث برسالت ہوئے۔ پھر میں نے یکایک وہاں بھی اُسی طور کے فرشتے دیکھے جن کا خضوع و خشوع مثل آسمانِ اوّل اور آسمانِ دوم کے فرشتوں کے تھا۔ جبرئیلؑ نے اُن سے میرے بارے میں وہی کہا جو اور فرشتوں سے کہا تھا۔ اور وہ سب میرے ساتھ اُسی طرح پیش آئے جیسے اور فرشتے پیش آئے تھے۔ پھر ہم چوتھے آسمان پر گئے۔ وہاں ناگاہ میں نے ایک شخص کو دیکھا میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ یہ حضرت ادریسؑ (نبی) ہیں جن کو خدا نے بلند مرتبہ مکان کی طرف اُٹھا لیا ہے۔ میں نے اُنہیں سلام کیا۔ اُنہوں نے مجھ پر سلام کیا۔ میں نے اُن کو دعا دی۔ اُنہوں نے مجھے دعا دی۔ وہاں ملائکہ کو خضوع و خشوع میں ویسا ہی پایا جیسا کہ پہلے

آسمانوں میں۔ پھر اُن سب نے مجھے اور میری اُمّت کو خیر و خوبی کی بشارت دی۔ پھر میں نے ایک فرشتے کو تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا جس کی ماتحتی میں ستر ہزار فرشتے تھے اور ہر ہر فرشتہ کے زیر حکم ستر ہزار ملک اور تھے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں خیال گزرا یہ تو بڑا عظیم الشان فرشتہ ہے (یہ حال دیکھ کر) جبرئیلؑ نے اُس فرشتے سے چلا کے کہا اُٹھ کھڑا ہو۔ وہ (جبرئیلؑ کے حکم سے کھڑا ہو گیا اور) قیامت تک کھڑا رہیگا۔ پھر ہم پانچویں آسمان پر گئے۔ وہاں میں نے ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو دیکھا جن سے زیادہ مسن اب تک میں نے کوئی نہ دیکھا تھا۔ جن کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور اُن کے گرداگرد اُنکی اُمّت کا ایک بڑا گروہ جمع تھا جن کی کثرت سے مجھے بڑا تعجب ہوا میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ اپنی قوم کی بات مان لینے والے ہارونؑ بن عمران نبی ہیں۔ میں نے اُن کو سلام کیا اُنھوں نے مجھ پر سلام کیا میں نے اُن کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ اُنھوں نے میرے لئے (دعا کی) وہاں بھی اور آسمانوں کی طرح (بہت سے) فرشتے خضوع و خشوع میں مصروف پائے۔ پھر ہم چھٹے آسمان پر پہنچے۔ وہاں ایک شخص گندمی رنگ طویل القامت دیکھا اُن کے جسم پر اتنے بڑے بڑے بال تھے کہ اگر وہ کُرتے بھی پہنتے تو بھی اُن کے بال کُرتوں سے باہر نکل آتے۔ میں نے سُنا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ بنی اسرائیل کا گمان یہ تھا کہ میں اولادِ آدمؑ میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ ہوں حالانکہ یہ شخص (جناب پیغمبر آخر الزمان) پیش خدا مجھ سے گرامی تر ہیں۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ آپ کے بھائی موسےٰ بن عمران ہیں۔ پس میں نے اُن کو سلام کیا اور اُنھوں نے مجھ کو سلام کیا میں نے اُن کو دعا دی اور اُنھوں نے مجھ کو دعا دی اور اُس جگہ بھی میں نے اور آسمانوں کی طرح (بہت سے) فرشتے خضوع و خشوع میں مشغول پائے۔ پھر ہمارا آسمانِ ہفتم پر ورود ہُوا۔ اب جس فرشتے کی طرف سے میرا گزر ہوتا تھا وہ کہتا تھا اے محمدؐ آپ بھی پچھنے لگوایئے اور اپنی اُمّت کو بھی پچھنے لگوانے کا حکم دیجیے۔ اور اُس آسمان پر ایک بزرگوار کو دیکھا جن کے سر اور ڈاڑھی کے بال سیاہ اور سفید ملے جُلے تھے۔ کرسی پر وہ جناب رونق افروز تھے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں جو ساتویں آسمان پر بیت المعمور کے دروازہ پر جوارِ رحمتِ خدا میں فروکش ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یارسولؐ اللہ! یہ آپ کے جدِ نامدار حضرت ابراہیمؑ ہیں اور آپ کا اور آپ کی اُمّت میں سے متقیوں کا محل یہی ہے (امام فرماتے ہیں) پس جناب رسولؐ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۹۱ سطر ۱) پس میں نے اُن پر سلام کیا اور اُنھوں نے مجھ پر سلام کیا اور فرمایا مرحبا اے نبیِ صالح اور اے فرزندِ صالح اے مناسب زمانے میں رسالت پر مامور ہونے والے۔ اُس آسمان پر بھی مثل

دیگر افلاک کے بہت سے فرشتوں کو خضوع و خشوع میں مشغول پایا۔ پس اُنہوں نے مجھے اور میری امت کو خیر و خوبی کی بشارت دی۔ جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے کہ میں نے ساتویں آسمان میں کچھ سمندر نور کے جگمگ جگمگ کرتے ہوئے دیکھے جن کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں اور کچھ سمندر تاریکیوں کے دیکھے اور کچھ سمندر برف کے دیکھے جن سے گرج کی آوازیں نکلتی تھیں۔ جب میں اُن کے دیکھنے سے پریشان ہوا تو میں نے جبرئیلؑ امین سے دریافت کیا۔ اُنہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ! آپ کو بشارت ہو اور خدائے تعالےٰ نے جو اعزاز و اکرام آپکا کیا ہے اُس کا شکریہ بجا لایئے اور جو برتاؤ آپ کے ساتھ کیا ہے اُس کا شکریہ بجا لایئے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مدد و قوت سے مجھے قائم رکھا کہ جبرئیلؑ امین سے میں نے بہت ہی کچھ باتیں کیں، مجھے بھی اپنی جگہ حیرت ہوتی تھی اور اُنہیں بھی۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا یا رسولؐ اللہ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں اُسی کو آپ عظیم سمجھتے ہیں۔ یہ تو آپ کے پروردگار کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے تو وہ خالق کیسا ہوگا جس نے اُن چیزوں کو بھی پیدا کیا ہے جنہیں آپ دیکھ رہے ہیں اور اُن چیزوں کو بھی پیدا کیا ہے جو آپ کے پروردگار کی مخلوق میں اِن سے کہیں بڑی ہیں اور اُن کو آپ دیکھ بھی نہیں رہے۔ یقین جانیے کہ خدائے تعالےٰ اور اُس کی مخلوق کے درمیان نوّے ہزار حجاب ہیں اور خدائے تعالےٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ قرب رکھنے والا میں ہوں اور اسرافیلؑ ہیں مگر خدائے تعالےٰ کے اور ہمارے مابین بھی چار حجاب ہیں۔ ایک حجاب نور کا ہے۔ ایک حجاب ظلمات کا۔ ایک حجاب بادلوں کا۔ ایک حجاب پانی کا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ منجملہ اُن عجیب چیزوں کے جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہیں اور اپنے ارادے کے ماتحت رکھی ہیں۔ میں نے ایک مُرغ کو دیکھا جس کے دونوں پاؤں ساتویں زمین کی تہ تک پہنچے ہوئے ہیں اور اُس کا سر عرش کے قریب ہے اور اللہ تعالےٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے جیسا چاہا ہے پیدا کیا ہے۔ اُس فرشتہ کے بھی دونوں پاؤں تو ساتویں زمین کی تہ تک پہنچے ہوئے ہیں اور قد اوپر کو بڑھتا گیا ہے یہانتک کہ ساتویں آسمان کی ہوا میں جا نکلا اور اُس سے بھی بڑھتے بڑھتے قریب عرش جا کر ختم ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ یہ تسبیح کرتا رہتا ہے "سُبْحَانَ رَبِّیْ حَیْثُ مَا كُنْتَ لَاتَدْرِیْ اَیْنَ رَبُّكَ مِنْ عَظِيْمِ شَانِہٖ" (میرا پروردگار پاک و پاکیزہ ہے اور تم کہیں بھی ہو اُس کی عظمت اتنی بڑی ہے کہ اُسکو سمجھ ہی نہیں سکو گے کہ وہ کہاں ہے) اُس مُرغ کے مونڈھوں پر دو بازو ہیں کہ اُن دونوں کو جب پھیلاتا ہے تو مشرق و مغرب سے نکل جاتے ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے تو وہ اپنے دونوں بازو پھیلا کر پھڑپھڑاتا ہے اور یہ تسبیح ادا کرتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْكَبِیْرِ الْمُتَعَالِ لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (اللہ تعالیٰ جو بادشاہ ہے اور پاک پاکیزہ ہے ہر طرح سے منزہ ہے خدا تعالےٰ بڑی عظمت والا بڑے مرتبے والا ہر طرح سے پاک و پاکیزہ ہے سوائے اُس زندہ اور ہمیشہ رہنے والے خدا کے اور کوئی معبود نہیں ہے) جس وقت وہ یہ کہتا ہے تو زمین

کے کل مُرغ تسبیح کرتے ہیں اور اپنے اپنے بازوؤں کو پھڑپھڑاتے ہیں اور چیخنے لگتے ہیں۔ اور جب آسمان کا وہ مُرغ خاموش ہو جاتا ہے تو زمین کے بھی کل مُرغ چُپ ہو جاتے ہیں۔ اس مُرغ کے رونگٹے سبز تھے اور پَر ایسے سفید تھے جن کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے اور اُن سفید پَروں کے نیچے اور چھوٹے چھوٹے سبز رونگٹے تھے اور اُن کی سبزی سے زیادہ تیز سبزی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جبرئیلؑ امین کے ساتھ ساتھ چلا یہاں تک کہ بیت المعمور میں پہنچا اور وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ میرے ساتھ کچھ لوگ میرے اصحاب میں سے بھی تھے جن کے لباس نئے نئے تھے اور کچھ ایسے تھے کہ اُن کے لباس پھٹے پُرانے تھے۔ پس نئے لباس والے تو اندر جا سکے اور پھٹے پُرانے کپڑے والے روک دیے گئے۔ پھر میں مسجد سے نکلا تو میرے سامنے دو نہریں لائی گئیں۔ از آنجملہ ایک نہر کا نام کوثر ہے اور دوسری نہر کا نام رحمت ہے۔ کوثر سے تو میں نے پانی پیا اور رحمت سے غسل کیا۔ پھر اور بہت سی چیزیں میرے سامنے پیش کی گئیں یہانتک کہ میں جنّت میں پہنچا تو یکایک میں نے اُسکے وسط میں اپنے مکان اور اپنی ازواج کے مکان دیکھے اور یہ بھی دیکھا کہ وہاں کی مٹی مشک کی مانند خوشبودار ہے۔ اور ایک لونڈی کو دیکھا کہ وہ جنّت کی نہروں میں غوطے لگاتی ہے۔ اُس سے میں نے دریافت کیا کہ اے لڑکی تو کس کے لئے ہے؟ اُس نے عرض کی کہ زیدؓ بن حارثہ کے لئے۔ جب صبح ہوئی تو زیدؓ بن حارثہ کو میں نے یہ خوشخبری پہنچا دی۔ میں نے جنّت کے پرندوں کو دیکھا کہ وہ قد میں بختی اُونٹ کے برابر ہیں اور وہاں کے اناروں کو دیکھا کہ وہ بڑے بڑے چرسے (یعنی بڑے ڈول کے جسے بیل وغیرہ کھینچتے ہیں) کے برابر ہیں۔ اور ایک درخت ایسا دیکھا کہ اگر ایک پرندہ اُس کی جڑ کے دَور کو ناپنے کیلئے اُڑایا جائے تو سات سو برس میں بھی اُس کا پورا چکّر نہ کر سکے۔ اور جنّت میں ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جس میں اُس درخت کی شاخ موجود نہو۔ میں نے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ یہ کیا ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ درختِ طوبےٰ یہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (دیکھو صفحہ ۴۰۲ سطر ۸) جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں جنّت میں پہنچا تو اُس وقت میرے حواس بجا ہوئے اور اُس وقت میں نے جبرئیلؑ امین سے اُن دریاؤں کا حال دریافت کیا اور جو عجائبات اُن کے متعلق تھے اور جو جو خوف دلانیوالی چیزیں اُن میں تھیں اُن سب کی بابت دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ اُن حجابوں کے سرا پردے ہیں جو خدا اور مخلوق کے مابین حائل ہیں اور اگر یہ پردے نہوتے تو نورِ عرش صاف نمایاں ہوتا اور جو چیزیں اُس میں ہیں وہ بھی دکھائی دیتیں۔ اُسکے بعد میں سدرۃ المنتہےٰ تک پہنچا دیکھتا کیا ہوں کہ اُس کا ایک ایک پتّا ایک ایک اُمت پر سایہ کرنیکو کافی ہے۔ وہاں سے میں اُس جگہ پہنچا جس کے بارے میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (دیکھو صفحہ ۴۳۹ سطر آخر) پس اُس وقت منجانب ربّ العزّت آواز آئی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ الخ (دیکھو صفحہ ۷۶ نوٹ نمبر ۱۲ مع ضمیمہ متعلقہ) آنحضرت فرماتے

ہیں کہ اُس وقت میں نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! تو نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بہت سی فضیلتیں عنایت کی ہیں پس مجھے بھی کچھ عطا فرما۔ منجانب رب العزت خطاب ہُوا (کہ اے ہمارے حبیب!) ہمنے جو کچھ تم کو عطا فرمایا ہے اُس میں دو کلمے خاص اپنے عرش کے نیچے سے عطا فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَامَنْجَیٰ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ (بغیر خدا کے وسیلہ کے نہ کوئی زور ہے نہ کوئی قوت تجھ سے بھاگ کر سوائے تیری ہی حضوری میں لوٹ آنیکے کہیں نجات ہی نہیں مل سکتی) آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ وہاں کے فرشتوں نے مجھے ایک دعا بتلائی جو میں صبح و شام پڑھا کرتا ہوں چنانچہ میں صبح کے وقت یوں کہتا ہوں اَللّٰهُمَّ اِنَّ ظُلْمِیْ اَصْبَحَ مُسْتَجِیْرًا م بِعَفْوِكَ وَذَنْبِیْ اَصْبَحَ مُسْتَجِیْرًا م بِمَغْفِرَتِكَ وَذُلِّیْٓ اَصْبَحَ مُسْتَجِیْرًا م بِعِزَّتِكَ وَفَقْرِیْٓ اَصْبَحَ مُسْتَجِیْرًا م بِغِنَاكَ وَوَجْهِیَ الْفَانِیْٓ اَصْبَحَ مُسْتَجِیْرًا م بِوَجْهِكَ الْبَاقِی الَّذِیْ لَایَفْنٰی (یا اللہ رات بھر میں جو بات مجھ سے بیجا ہوئی ہے وہ تیری معافی کے بھروسے پر اور جو گناہ مجھ سے ہُوا وہ تیری مغفرت کے سہارے پر اور جو ذلت مجھے پہنچی وہ تیری عزت کے برتنے پر (یعنی تیرا عزت دینا اُسے ذلت نہ رہنے دیگا) اور میرا فقر و فاقہ تیرے غنی کرنیکی بدولت فقر و فاقہ نہ رہیگا اور میری فنا ہو جانے والی ذات تیری ہمیشہ رہنے والی اور غیر فانی ذات کی پناہ میں ہے۔ اور جب شام ہوتی ہے تو یوں کہتا ہوں اَللّٰهُمَّ اِنَّ ظُلْمِیْٓ اَمْسٰی مُسْتَجِیْرًا م بِعَفْوِكَ وَذَنْبِیْٓ اَمْسٰی مُسْتَجِیْرًا م بِمَغْفِرَتِكَ وَذُلِّیْٓ اَمْسٰی مُسْتَجِیْرًا م بِعِزَّتِكَ وَفَقْرِیْٓ اَمْسٰی مُسْتَجِیْرًا م بِغِنَاكَ وَوَجْهِیَ الْفَانِیْٓ اَمْسٰی مُسْتَجِیْرًا م بِوَجْهِكَ الْبَاقِی الَّذِیْ لَایَفْنٰی (یا اللہ دن بھر میں جو بات مجھ سے بیجا ہوئی وہ تیری معافی کے بھروسے پر اور جو گناہ مجھ سے ہُوا وہ تیری مغفرت کے سہارے پر اور جو ذلت مجھے پہنچی وہ تیری عزت کے برتنے پر (یعنی تیرا عزت دینا اُسے ذلت نہ رہنے دیگا) اور میرا فقر و فاقہ تیرے غنی کرنے کی بدولت فقر و فاقہ نہ رہیگا اور میری فنا ہو جانیوالی ذات تیری ہمیشہ رہنے والی اور غیر فانی ذات کی پناہ میں ہے۔ پھر میں نے اذان سُنی تو دیکھتا کیا ہوں کہ اذان ایک ایسا فرشتہ دے رہا ہے جو اُس رات سے پہلے کبھی آسمان میں نہیں دیکھا گیا۔ اُس نے کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور خدائے تعالےٰ نے فرمایا میرا بندہ سچ کہتا ہے میں اس سے بڑا ہوں کہ کسی طرح کوئی میرا وصف بیان کر سکے۔ پھر اس نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِسپر خدائتعالے نے فرمایا میرا بندہ سچ کہتا ہے خدا میں ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر اُس نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس پر خدائتعالیٰ نے فرمایا کہ میرا بندہ سچ کہتا ہے بیشک محمدؐ میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے میں نے ہی اُسے مبعوث کیا اور میں نے ہی اُسے منتخب کیا۔ پھر اُسنے کہا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اور میرے فریضہ کی طرف بلایا پس جو شخص بخوشی خاطر اور اُمیدوار ثواب ہو کر اُسکی طرف جائیگا تو اُسکے جو گناہ گزر چکے ہیں اُنکا کفارہ ہو جائیگا۔ پھر اُسنے کہا حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ خدائتعالے

نے فرمایا کہ بیشک یہ نماز صلاح بھی ہے فلاح بھی ہے نجاح بھی ہے۔ پھر میں نے اُن فرشتوں کی پیشنمازی
کی جیسے کہ بیت المقدس میں انبیاء کی پیشنمازی کر چکا تھا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھ پر ایک وجد کی
سی حالت طاری ہوگئی۔ میں بے اختیار سجدہ میں گر پڑا اور مجھے میرے پروردگار نے آواز دیکر فرمایا کہ میں نے
ہر نبی پر جو تم سے پہلے تھے پچاس وقت کی نماز واجب کی ہے اب تم پر اور تمہاری اُمت پر بھی واجب
کردی لہٰذا تم بھی بجالایا کرو اور اپنی امت کو بھی تاکید کردو کہ بجالایا کریں اس کے بعد میں اُترنے لگا یہانتک
کہ ابراہیمؑ کے پاس سے گزرا۔ اُنہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ پوچھی۔ اب موسےٰ کے پاس پہنچا تو اُنہوں نے مجھ
سے دریافت کیا کہ یا حضرتؐ کہیئے آپنے کیا کیا؟ میں نے بیان کیا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے یہ فرمایا کہ میں
نے تم سے پہلے ہر نبی پر پچاس وقت کی نماز واجب کی تھی اور اب تم پر۔ اور تمہاری اُمت پر بھی اتنی ہی واجب
کی۔ موسےٰ نے فرمایا کہ یا حضرتؐ آپکی اُمت تو سب سے آخر امت اور سب سے کمزور امت ہے اور آپ
جو کچھ عرض کرینگے اُسے خدا تعالیٰ رد نہ کریگا اور آپ کی اُمت سے پچاس وقت کی نماز ادا کرنا ممکن نہوگا۔ پس آپ
اپنے پروردگار کے حضور میں پھر جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجئے (آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ) میں پھر
پلٹ کر گیا یہانتک کہ سدرۃ المنتہےٰ تک پہنچا اور وہاں جاکر سجدہ میں گر پڑا۔ پھر عرض کی کہ پروردگارا! تونے مجھ پر
اور میری امت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی ہے اسقدر کی تو مجھ میں اور میری اُمت میں تاب نہیں ہے۔ پس
خدا تعالےٰ نے دس کم فرمادیں۔ اب میں موسےٰ علیہ السّلام تک پلٹ کر آیا اور اس واقعہ کی خبر دی۔ اُنہوں نے
فرمایا کہ پھر جایئے اتنی بھی نہیں ہوسکینگی۔ پھر میں لوٹ کر اپنے پروردگار کی حضور میں پہنچا۔ پھر اُس نے دس
کم کردیں۔ اب میں پھر موسےٰ علیہ السّلام کے پاس لوٹ کر آیا اور اُنکو اس واقعہ کی خبر دی۔ اُنہوں نے فرمایا
کہ پھر جاؤ۔ غرض ہر دفعہ لوٹ کر جانے میں میں سجدہ میں گر پڑتا تھا اور میرا پروردگار ہر دفعہ اپنے فضل سے دس
نمازیں کم کردیتا تھا یہانتک کہ آخر میں دس ہی وقت کی نماز رہ گئی۔ اب میں موسےٰ علیہ السّلام کے پاس آیا اور اُنکو
اطلاع دی۔ اُنہوں نے فرمایا یہ بھی نہوسکینگی۔ میں پھر اپنے پروردگار کی حضور میں پلٹ کر پہنچا اور اُس نے پانچ
اور کم کردیں۔ اب میں پھر موسےٰ کے پاس واپس آیا اور اُن کو اسکی خبر دی تو اُنہوں نے فرمایا کہ نہیں اتنی بھی
نہوسکینگی۔ اس پر میں نے کہا کہ اب مجھے اپنے پروردگار سے عرض کرتے شرم آتی ہے۔ میں تو اتنے ہی پر بس کرونگا
اُس وقت ایک منادی نے مجھے ندا دی کہ چونکہ تم نے اسپر بس کی ہے اس لئے یہ پانچ پچاس کی منزلت میں
قرار دیگئی ہیں یعنی ہر نماز کا ثواب دس گنا کردیا گیا ہے اور جو شخص بھی تمہاری امت میں سے کسی نیکی کا قصد
کریگا اگر اُسے بجالایا تو اُس کے لئے (کم از کم) دس گنا ثواب لکھا جائیگا اور اگر نہ بجالایا تب بھی اُس کے
لئے ایک نیکی کا ثواب ہم لکھ دینگے۔ اور جو شخص آپکی اُمت میں سے کسی بدی کا قصد کریگا اگر اُسے کر گزرا تو
اُس کے ذمہ ایک بدی لکھی جائیگی۔ اور اگر کچھ نہ کیا تو (محض قصد کرنیکے سبب) کچھ بھی نہ لکھا جائیگا۔ یہ فرماکر
جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کو خدائے تعالےٰ اس اُمت

کی طرف سے جزائے خیر دے۔ پھر فرمایا کہ خدائےتعالٰے کے اس قول سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ الخ کی تفسیر یہ ہے۔

المجالس میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب جناب رسولِ خدا کو شبِ معراج بیت المقدس تک پہنچایا تو جبرئیل امین آپ کو براق پر سوار کرکے لےگئے تھے اور جب دونوں صاحب بیت المقدس پر پہنچے تو جبرئیلؑ امین نے آنحضرت کو انبیاء کی محرابیں دکھلائیں اور آنحضرت نے اُن سب میں نمازیں پڑھیں اور جب بعدِ معراج آنحضرت کو واپس لائے تو واپسی میں جناب رسولِ خدا کا گزر قریش کے ایک قافلہ کے پاس سے ہوا وہاں آپ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک برتن میں اُن کا پانی بھرا ہوا ہے اور ایک اُونٹ اُن کا گم ہوگیا ہے جسے وہ تلاش کر رہے ہیں تو جناب رسولِ خدا نے اُس پانی میں سے پیا اور باقی کو لنڈھا دیا۔ صبح جب جنابِ رسولِ خدا نے قریش کو یہ واقعہ سُنایا کہ خدائے تعالٰے نے شبا شب مجھے بیت المقدس پہنچایا اور مجھے انبیاء کی نشانیاں اور اُن کے مقامات دکھلائے اور میں واپسی میں فلاں مقام پر قافلہ کے پاس سے گزرا اور اُن کا ایک اونٹ کھویا گیا تھا اور اُن کے پانی میں سے کچھ میں نے پیا اور باقی کو لنڈھا دیا تو ابوجہل بولا (یارو!) موقعہ تو تم کو اچھا ملا اب ان (حضرت) سے پوچھو کہ اُس میں ستون کتنے ہیں اور قندیلیں کتنی ہیں۔ چنانچہ اُن لوگوں نے پوچھا کہ اے محمدؐ! یہاں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو بیت المقدس کو دیکھ آئے ہیں۔ بھلا بتلائیے تو سہی کہ اُس کے ستون کتنے ہیں؟ قندیلیں کتنی ہیں؟ اور محرابیں کتنی ہیں؟ جبرئیلؑ امین اُسی وقت آئے اور بیت المقدس کی صورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کردی بس جو کچھ یہ لوگ پوچھتے جاتے تھے آنحضرت اُس کا جواب اُن کو دیتے جاتے تھے۔ جب اُنکو پورا جواب دے چکے تو کہنے لگے کہ اچھا اب فیصلہ اُس وقت ہوگا جب (قافلہ بھی آئے اور جو کچھ آپ نے اُنکی نسبت فرمایا ہے ہم اُسے بھی دریافت کرلیں۔ اس پر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اُس کی تصدیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ قافلہ کل صبح کو سورج نکلنے کے ساتھ تمہارے پاس پہنچیگا اور ابلق رنگ کا اونٹ اُس کے آگے آگے ہوگا۔ پس دوسرے دن جیسے ہی صبح ہوئی یہ لوگ گھاٹی کی طرف نظر دوڑانے کے لئے بڑھے اور کہنے لگے کہ لو سورج تو یہ نکل آیا بس یہ کہنا ہی تھا کہ سامنے سے قافلہ بھی نمودار ہوا جیسے جیسے کرۂ آفتاب بلند ہوتا گیا ویسے ویسے قافلہ بھی قریب آتا گیا جس کے آگے ابلق رنگ کا اونٹ تھا۔ ان لوگوں نے اہلِ قافلہ سے جنابِ رسولِ خدا کے قول کی تصدیق چاہی۔ اُن لوگوں نے بیان کیا کہ بیشک فلاں مقام پر ہمارا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا اور ہم نے پانی رکھا تھا جو صبح کو گرا ہوا پایا گیا۔ یہ سُنکر بجائے تصدیق کرنے کے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی۔

تفسیر قمی میں بھی قریب قریب یہی روایت موجود ہے۔

کشف الغمہ میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا تھا کہ شبِ معراج

آپ کے پروردگار نے آپ سے کس لہجہ میں بات کی تو فرمایا کہ مجھ سے علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کے لہجہ میں خطاب فرمایا تھا اور اُسی وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں نے عرض کیا کہ پروردگارا! آیا تو مجھ سے خطاب فرمارہا ہے یا علیؑ! ارشاد ہوا کہ اے احمدؐ! میں شئے ہوں مگر اشیاء کے مانند نہیں۔ نہ میرا قیاس انسانوں کا سا کیا جاسکتا ہے اور نہ میرا وصف اشیاء کے ساتھ بیان ہوسکتا ہے۔ میں نے تم کو اپنے نور سے پیدا کیا اور علیؑ کو تمہارے نور سے پیدا کیا پس میں تمہارے دل کے بھیدوں پر مطلع ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ تمہارے دل میں علیؑ ابن ابیطالب سے زیادہ کسی کی محبت نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے علیؑ ہی کی زبان میں تم سے خطاب کیا کہ تمہارا دل مطمئن ہو جائے۔ (**قول مترجم**) صاحب تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ قصہ معراج کے متعلق حدیثیں اس کثرت سے ہیں کہ اُنکا کسی ایک کتاب یا ایک رسالہ میں جمع کرنا محال ہے اور اُن میں بہت سی باتیں اسرار کی ایسی ہیں کہ سوائے اَلرَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ کے اور کسی سے اُن کا حل ممکن ہی نہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۲۵۲

کافی میں ہے کہ جب جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام مہدی خلیفہ عباسی کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ وہ بندگان خدا کے حقوق واپس کر رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے مہدی! تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو ہمارا حق واپس نہیں دیتا؟ اُس نے جواب دیا کہ اے ابوالحسنؑ! وہ حق کونسا ہے؟ حضرت نے فرمایا جبکہ خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کے ہاتھ پر بغیر لڑائی کے فدک اور اُسکے قریب والے املاک فتح کردیئے۔ اُن مقامات پر مسلمانوں نے چڑھائی نہیں کی تھی۔ (اس لئے وہ صرف رسول اللہ کا مال تھا) پس خدا نے آیہ وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ نازل فرمایا۔ آنحضرتؐ نہیں جانتے تھے کہ اِس سے کون مراد ہیں؟ جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جبرئیلؑ سے اور اُنہوں نے خود ربّ العالمین سے دریافت کیا کہ ذوالقربےٰ سے کون کون مراد ہے؟ وحی آئی اے رسولؐ! یہ فدک اپنی بیٹی فاطمہؑ کو دیدو۔ پس آنجنابؐ نے حضرت فاطمہؑ زہرا کو بُلا کر ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہؑ! مجھے حکم پروردگار پہنچا ہے کہ میں فدک تمہیں دے دوں۔ جناب سیدہؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں نے آپکے اور خدا کے عطیہ کو بسروچشم قبول کیا۔ پس جبتک جناب رسولؐ خدا حیات رہے جناب سیدہؑ کے وکلاء تحصیل وصول کیا کرتے تھے جس وقت ابوبکر حاکم بن بیٹھا تو اُس نے جناب سیدہؑ کے وکیلوں کو فدک سے نکال باہر کیا۔ جناب سیدہؑ ابوبکر کے پاس گئیں اور فرمایا اے ابوبکر! تو میرا حق مجھے واپس دے۔ اُس نے کہا کہ تم اپنے دعوے پر گواہ لاؤ خواہ کالے ہوں یا گورے کہ جناب رسولؐ خدا نے فدک تمہیں دے دیا ہے۔ جناب معصومہؑ حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ اور حضرت اُمّ ایمنؓ کو لے گئیں۔ اِن دونوں نے گواہی دی۔ ابوبکر نے فدک کے واپس دینے کا پروانہ لکھدیا۔ جناب سیدہؑ اُس پروانہ کو لئے ہوئے دولتسرا کی طرف تشریف لے چلیں۔ راہ میں عمر ملا اور کہا کہ اے دختر رسولؐ خدا! یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا یہ پروانہ ہے جو پسر ابوقحافہ نے میرے لئے لکھا ہے۔ عمر نے کہا۔ ذرا مجھے تو دکھاؤ۔ جنابؑ

سیدہ نے انکار کیا اس نے زبردستی پروانہ چھین لیا اور دیکھا پھر اس پر تھوک کر لکھے ہوئے کو مٹا کے چاک چاک کر ڈالا اور کہا کہ یہ وہ ہے جس پر لشکر نے چڑھائی نہیں کی ہے پس تم ہمارے گلے گھونٹ دو یہ سنکر مہدی نے کہا کہ اے ابوالحسنؑ فدک کی حدود تو بتایئے ؟ حضرتؑ نے فرمایا ایک حد اسکی کوہِ اُحد ہے دوسری حد عریش مصر ہے۔ تیسری حد سیف البحر ہے۔ چوتھی حد دومۃ الجندل ہے۔ خلیفہ مہدی نے کہا۔ یہ سب فدک میں ہیں ؟ حضرتؑ نے جواب دیا ہاں یہ سب وہ مقامات ہیں جو بغیر لڑائی کے فتح ہوئے ہیں۔ مہدی نے کہا یہ تو بہت ہے میں اس میں غور کرونگا۔

ریّان بن الصلت سے مروی ہے کہ جناب امام رضا علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا قول باری تعالےٰ وَآتِ ذَا الْقُرْبىٰ حَقَّهٗ میں ایک خصوصیت ہے کہ جس کے ساتھ خدائے عزیز و جبار نے ذریت رسولؐ کو خاص کیا ہے اور تمام اُمت پر اُن کو بزرگی بخشی ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو طلب فرما کے ارشاد کیا اے فاطمہؑ! یہ فدک وہ ہے جس پر فوج کشی نہیں کی گئی۔ یہ صرف میرا مال ہے مسلمانوں کا اس میں بالکل حق نہیں ہے۔ میں خدا کے حکم سے تم کو اور تمہاری اولاد کو دیتا ہوں تم اسے لیلو۔

تفسیر برہان میں بطریق علامہ ثعلبی سے روایت ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السّلام نے ملکِ شام کے ایک شخص سے فرمایا آیا تو نے قرآنِ مجید پڑھا ہے ؟ اُس نے عرض کی جی ہاں! حضرتؑ نے فرمایا آیا تو نے سورۂ بنی اسرائیل میں آیت وَآتِ ذَا الْقُرْبىٰ حَقَّهٗ نہیں پڑھی ؟ اُس نے جواب دیا کہ آیا وہ اقربا جن کے حق دیئے جانے کا خود حق تعالےٰ نے حکم دیا آپ ہی حضرات ہیں ؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں وہ ہم ہی ہیں۔

تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جب یہ آیت وَآتِ ذَا الْقُرْبىٰ حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ الخ نازل ہوئی تو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جبرئیلؑ سے فرمایا کہ مسکین کو تو میں سمجھ گیا یہ ذی القربےٰ کون ہیں ؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا وہ آپ کے عزیز قریب ہیں۔ پس آنجنابؐ نے حسنینؑ اور فاطمہ زہرا علیہم السلام کو بُلا کر ارشاد فرمایا مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ وہ زمینیں جو بغیر لڑائی بھڑائی کے خدائے تعالےٰ نے مجھے عطا فرمائی ہیں وہ میں تمہیں دے دوں لہٰذا فدک کی جاگیر میں نے تم کو دے دی۔

عطیہ عوفی کہتا ہے جب جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ نے خیبر کو فتح کیا اور فدک بغیر لڑائی کے مفتوح ہوگیا اور خدائے تعالےٰ نے آیۂ وَآتِ ذَا الْقُرْبىٰ حَقَّهٗ نازل کیا تو جنابِ رسولِ خدا نے جنابِ سیدہ سے ارشاد فرمایا۔ اے فاطمہ فدک تمہارا حق ہوگیا۔

عبدالرحمٰن بن فلیح سے مروی ہے کہ خلیفہ مامون نے عبداللہ بن موسے العبنسی کو خط لکھ کر معاملہ

فدک اُس سے دریافت کیا۔ اُسنے جواب میں یہی حدیث لکھدی جو اوپر گزری ہے۔
عطیہ سے روایت ہے کہ خلیفہ مامون نے اولادِ جناب فاطمہؑ کو فدک واپس دے دیا۔
ابوطفیل سے منقول ہے کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے شوریٰ کے دن ارشاد فرمایا آیا تم میں کوئی ایسا ہے جسکی شان میں آیۂ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ نازل ہوا ؟ سب نے جواب دیا۔ ایسا تو کوئی نہیں ہے۔

قولِ مترجم۔ عوام النّاس میں ملکِ فدک باغِ فدک کے نام سے مشہور ہے جس سے یہ دھوکا دیا جاتا ہے کہ وہ کوئی بڑی چیز نہ تھی صرف دو چار کھجور کے درخت تھے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ فدک مُلکِ خیبر کے یہودیوں کے مواضعات میں سے ایک موضع تھا جس کی آمدنی نہایت معقول تھی اور یہ جو باغ فدک کہا جاتا ہے اُس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ علاقہ اس قدر زرخیز تھا کہ آس پاس کے مُلک کے مقابلہ میں باغ کہا جاتا تھا جیسے کہ انگریز مُلکِ اودھ کو باغِ ہند کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ لفظ اصلاً باغ وفدک تھا یعنی دونوں چیزوں کے درمیان میں واوٴ عطف تھا جس سے یہ مطلب ہے کہ جناب رسولِ خدا نے جناب سیدہ کو اپنا باغ بھی دے دیا تھا جو مدینۂ منورہ کے قریب موضع عوالی کے رقبہ میں واقع تھا اور قریۂ فدک بھی دے دیا تھا جو مدینۂ منورہ سے اتنے فاصلہ پر تھا کہ وہاں دو دن میں پہنچ سکتے تھے۔ کسی کاتب کی خود اپنی حماقت یا کسی خائن حاکم کی ہدایت سے باغ و فدک کا واوٴ لکھنے سے رہ گیا۔ یار لوگوں نے باغِ فدک پڑھنا شروع کردیا۔ جیسے گلستاں کے اس مصرعہ کی گت بنگئی۔ ع
خاندان وبنوّتش گم شد۔ جس کا مضمون مطابق قرآن مجید ہے اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ (دیکھو صفحہ ۳۶۱ سطر ۲) مگر کاتب صاحب کے واوٴ اُڑا دینے نے اور لوگوں کے نون کو با پر مقدم کردینے نے "خاندانِ نبوّتش گم شد" پڑھوا دیا۔ حالانکہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس کی بُنوّت ہی جاتی رہی یعنی وہ بیٹا ہونے سے خارج کردیا گیا۔ یہی حالت باغ و فدک کی ہوگئی۔ (غصبِ فدک کی مفصل کیفیت کے لئے نوٹ نمبر ا مندرجہ صفحہ ۱۵۶ مع اُس کے ضمیمہ کے ملاحظہ فرمایئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۴۶۰

تفسیر صافی میں ہے کہ مخالفین میں سے بعض نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ اُن کے منبر پر چڑھتے ہیں اور بندروں کی طرح کودتے پھاندتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرتؐ نے فرمایا کہ بنی امیہ کو اُن کے اسلام لانے کے عوض میں دنیوی جاہ و حشم ملجائیگا۔ اور بعض یوں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے منبر پر بندر چڑھتے اُترتے ہیں یہ حال دیکھ کر آنحضرتؐ کو صدمہ ہوا اور رنجیدہ ہوگئے۔
قمی نے لکھا ہے کہ جب حضور سرورِ عالم نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے منبر پر بندر چڑھتے

اترتے ہیں اس خواب سے حضرت کو بہت رنج ہوا اور غمگین رہنے لگے تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ ۔ اس میں شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔

صحیفۂ سجادیہ کے مقدمہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے آباؤ اجداد کے مذکور ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر کچھ غنودگی سی آگئی۔ تو آنحضرت نے خواب میں دیکھا کچھ لوگ منبر پر بندروں کی طرح کود رہے ہیں اور مسلمانوں کو پچھلے پاؤں چلاتے ہیں۔ یعنی مرتد بناتے ہیں۔ یہ خواب دیکھکر آنحضرت اٹھ بیٹھے۔ چہرۂ مبارک سے حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔ اتنے میں جبرئیلؑ یہ آیت لائے وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ الخ مطلب یہ تھا کہ ان لوگوں سے مراد بنی امیہ ہیں حضرتؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ آیا یہ لوگ میرے ہی عہد او میرے ہی زمانہ میں ہونگے؟ جبرئیلؑ نے عرض کی نہیں بلکہ اسلام کی چکی آپ کی ہجرت سے لیکے دس برس تک ایک شان سے چلتی رہیگی۔ پھر ۳۵ھ تک اسلام کی چکی ایک دوسری شان سے چلیگی۔ اس کے بعد پانچ برس اوّل شان سے چلے گی۔ اس کے بعد ضرور ہے کہ گمراہی کی چکی اپنی کیلی پر قائم ہوکر چلتی رہے۔ پھر فرعون لوگ ملک کے مالک ہو جائیں۔ امام فرماتے ہیں کہ اسی کے بارے میں اللہ تعالے نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۭ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ڏ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؀ (دیکھیے صفحہ ۹۵۶ سطر ۱) اس میں ہزار مہینے سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں بنی امیہ سلطنت اسلامی پر قابض رہیں گے۔ اور اس زمانہ میں شب قدر مطلق نہو گی۔ امام فرماتے ہیں۔ پس خداوند عالم نے اپنے نبی کو مطلع کردیا کہ بنی امیہ اس امت کے بادشاہ ہو جائیں گے اور ان کی مدت شاہی بھی بتلادی کہ اگر اتنے زمانہ کے اندر پہاڑ بھی ان کا مقابلہ کریں گے تو وہ غالب آجائیں گے اور وہ برابر غالب ہی رہیں گے یہانتک کہ خدا اُن کی حکومت کو برباد کردے اور وہ لوگ اتنی مدت میں ہم اہل بیت کی دشمنی کو خوب ظاہر کریں گے۔ اور خدا نے اپنے رسولؐ کو اُن صدموں اور اذیتوں سے خبر دیدی ہے جو اُنکے ہاتھوں سے اُن کے زمانہ میں اولاد رسولؐ اور اُن کے محبوں اور شیعوں کو پہونچیں گے۔

قولِ صاحب تفسیر صافی ۔ آنحضرت نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ میں لوگوں کو اسلام سے مرتد ہوتے دیکھتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ باوجود اس کے تھوڑا تھوڑا کرکے اسلام سے نکلتے جاتے تھے۔ گویا اُن کی حالت اُس شخص کی سی تھی جو راہِ راست پر تو ہو اور منہ بھی اُس کا حق کی طرف یعنی منزلِ مقصود کی طرف ہو مگر بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کو ہٹتا چلا جائے۔ یہانتک کہ جب اپنا چلنے کا کام پورا کرچکے تو اپنے آپ کو جہنم میں پائے۔

احتجاج طبرسی میں جناب امام حسن علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جس میں یہ ہے کہ مروان

بن حکم سے فرمایا اے مروان! صرف میں ہی تجھے اور تیرے باپ کو بُرا نہیں کہتا ہوں بلکہ خدا نے تجھ پر اور تیرے باپ پر اور تیری اولاد و ذرّیت پر اور تیرے باپ کی نسل پر اپنے رسول کی زبانی قیامت تک کے لئے لعنت کی ہے۔ اے مروان! تو اس کا انکار نہیں کر سکتا اور نہ وہ لوگ انکار کر سکتے ہیں جن کے سامنے جناب رسول خدا نے تجھ پر اور تیرے باپ پر لعنت کی ہے اور اے مروان! جتنا خدا نے تمہیں خوف دلایا اور ڈرایا اُتنا ہی تم اور سرکشی کرنے لگے۔ بیشک خدا نے اور اُس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ جہاں کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ اے مروان! اس شجرۂ ملعونہ سے قرآنِ مجید میں تو اور تیری ذرّیت مراد ہیں۔ نیز جناب رسولِ خدا اور جناب امیرؑ سے ایک اور حدیث میں منقول ہے کہ جو لوگ قرآنِ مجید پر قائم ہیں اور اس کے ظاہر و باطن پر عمل کرتے ہیں۔ اُن کا نکاس ایک ایسے درخت سے ہے جس کی جڑ نہایت مضبوط اور محکم ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ ہر زمانہ میں اپنے پروردگار کے حکم سے اپنا پھل دیتا رہتا ہے یعنی اُس سے وقتاً فوقتاً سمجھنے والوں کے لئے ایسے ایسے علوم ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور اُن کے دشمنوں کا نکاس اُس شجرۂ ملعونہ سے ہے جو اپنے مُنہ سے پھونک مار مار کر نورِ خدا کو بجھانا چاہیں گے مگر خدا تعالےٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہیگا۔ اے مروان! اگر منافقوں ملعونوں کو معلوم ہوتا کہ ان آیتوں کے باقی رکھنے میں جن کی تاویل میں نے تجھ سے بیان کی ان کا کتنا بڑا ضرر ہے تو وہ اُن کو بھی قرآنِ مجید سے ایسے ہی نکال دیتے جیسے کہ اور آیتیں نکال دیں۔

تفسیرِ ثعلبیؔ میں ہے کہ جب سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر بندروں کی طرح اُترتے چڑھتے ہیں تو ایسے غمگین ہوئے کہ مرتے دم تک پھر کسی نے آپ کو ہنستے نہ دیکھا۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۴۶۳

تفسیر قمیؔ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ جب میں مقامِ محمود پر بیٹھونگا تو اپنے والدین کی اور اس بھائی کی سفارش کرونگا جو زمانہ جاہلیت میں میرے ہمراہ رہا کرتا تھا۔

تفسیر برہان میں سماعہ بن مہران نے جناب امام موسےٰ کاظم سے خدا تعالےٰ کے اس قول عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ اتنے عرصہ تک کھڑے رہینگے جتنا چالیس دن اور رات میں گزرتا ہے اور آفتاب کو حکم دیا جائیگا کہ بندوں کے سروں پر آجائے اور پسینہ اُن کے دہانہ تک آجائے گا۔ اور زمین کو یہ حکم ہوگا کہ پسینہ کی ایک بوند بھی جذب نہ کرے پس وہ سب کے سب (گھبرائے ہوئے)

حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئینگے اور اُن سے شفاعت کی خواہش کریں گے وہ حضرت اُن کو حضرت نوحؑ کی طرف ہدایت کر دینگے۔ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ کی طرف ہدایت کر دینگے۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسٰیؑ کا حوالہ دے دیں گے اور حضرت موسےٰ علیہ السلام حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو پتہ بتا دینگے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوالہ دیدینگے اور یہ بھی کہدینگے کہ جناب محمد مصطفےٰ خاتم النبیین ہیں تم سب لوگوں کو اُنہی کا دامن پکڑنا چاہیئے۔ جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرمائینگے کہ ہاں میں شفاعت کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ وہ حضرت اُن سب کو لئے ہوئے جنّت کے دروازہ پر تشریف لائیں گے۔ کھٹکھٹائیں گے۔ اُن سے کہا جائیگا کہ آپ کون ہیں؟ حالانکہ اللہ جانتا ہوگا۔ آپ فرمائیں گے کہ میں محمدؐ ہوں۔ دروازہ کھولدو۔ پس جیسے ہی دروازہ کھولا جائیگا حضوری پروردگار کے تصور میں سجدے میں گر پڑیں گے اور اُس وقت تک سر نہ اٹھائیں گے جب تک یہ نہ کہا جائیگا کہ بولو اور مانگو (کہ تم جو کچھ مانگوگے وہی) ملیگا اور شفاعت کرو (کہ جسکی شفاعت تم کروگے) قبول کی جائیگی۔ پھر آنحضرتؐ سر اٹھائیں گے اور حضوری پروردگار عالم کے تصور میں پھر سجدہ میں گر جائیں گے پھر مثلِ سابق کہا جائیگا۔ پھر آنحضرتؐ اپنا سر مبارک اٹھائینگے اور اب جو شفاعت کرنے پر مستعد ہونگے تو اُن تک کی بھی شفاعت کریں گے جو جہنم میں جل چکے ہونگے پس قیامت کے دن تمام گروہوں میں سے کوئی شخص جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سی وجاہت نہ رکھتا ہوگا خدا کے اس قول عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کا یہی مطلب ہے

شیخ نے اپنی امالی میں بہ سلسلۂ روایت نقل کیا ہے کہ جناب امام علی نقی علیہ السلام نے بروایت آباؤ اجداد خود جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اور اُن حضرتؑ نے جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خود جناب رسولِ خدا کو یہ فرماتے سُنا کہ جب قیامت کے دن تمام آدمی محشور ہوں گے تو ایک آدمی مجھے آواز دیگا۔ یارسول اللہ! خدا نے آج کے دن آپ کو اختیار دیا ہے کہ اپنے دوستوں کو اور اپنے اہلبیتؑ کے محبوں کو جو آپ کی خاطر اُن سے تولا رکھتے تھے اور آپ کی خاطر اُن کے دشمنوں سے تبرا کیا کرتے تھے معاوضہ دلوایئے اور جیسا جی چاہے معاوضہ دلوایئے۔ میں درگاہِ خدا میں عرض کرونگا اے میرے پروردگار! تو اُن سب کو جنّت میں داخل کر دے۔ پس وہ لوگ جس جس راستہ سے میں چاہونگا بہشت میں داخل ہو جائیں گے (اے علیؑ!) اُس مقامِ محمود سے جس کا خدا نے وعدہ فرمایا ہے یہی مراد ہے۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ! تمہارے شیعہ قیامت کے دن اپنی مراد کو پہونچیں گے۔ بس

جس نے تمہارے کسی شیعہ کی اہانت کی اُس نے تمہاری اہانت کی اور جس نے تمہاری اہانت کی اُس نے میری اہانت کی۔ اور جس نے میری اہانت کی اُسے خدائے تعالےٰ آتشِ جہنم میں داخل کرے گا کہ وہ ہمیشہ اُس میں رہیگا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ یا علیؑ! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ تمہاری رُوح میری رُوح ہے۔ تمہاری طینت میری طینت ہے۔ تمہارے شیعہ ہمارے خمیر کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ پس جو شخص اُن کو دوست رکھیگا وہ ہمارا دوست ہوگا اور جو انہیں غضبناک کریگا وہ ہمیں غضبناک کریگا۔ جو اُن سے دشمنی کریگا وہ ہمارا دشمن ہے جو اُن سے دلی محبت رکھیگا وہ ہمارا دلی دوست ہے۔ یا علیؑ! تمہارے شیعوں کی خطائیں اور گناہ بخشدیئے جائیں گے۔ اے علیؑ! میں روزِ قیامت جب مقامِ محمود پر پہنچونگا تمہارے شیعوں کی شفاعت کرونگا پس تم اُن کو خوشخبری سُنادو۔ اے علیؑ! تمہارے شیعہ خدا کے شیعہ ہیں۔ تمہارے انصار خدا کے انصار ہیں۔ تمہارے دوست خدا کے دوست ہیں۔ تمہارا گروہ خدا کا گروہ ہے اے علیؑ! تمہارا دوست سعادت مند ہے اور تمہارا دشمن بد بخت ہے۔ اے علیؑ! تمہارے لئے جنّت میں خزانہ ہے اور جنّت کے ذو القرنین تم ہی ہو۔

تفسیر عیاشی میں خثیمہ جعفیؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب میں اور مفضّل بن عمرو جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں تھے کہ ہم دونوں کے سوا تیسرا کوئی نہ تھا۔ پس مفضّل و جعفی نے اُن حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی کہ مولا! ہم سے کوئی ایسی حدیث بیان فرمایئے۔ جس سے ہمارے دل خوش ہوجائیں فرمایا کہ اچھا سُنو! جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا تعالےٰ اپنی ساری مخلوق کو ایک بلند زمین پر جمع کریگا اور سب کے سب ننگ دھڑنگ ہونگے یعنی برہنہ پا جسم سے ننگے اور بال تک بھی بدن پر ندارد۔ جب اُن لوگوں کو کھڑے کھڑے اتنا عرصہ گزر جائیگا کہ اُن کا پسینہ ٹھوڑیوں تک آجائیگا تو وہ گھبرا کر کہینگے کہ کاش خدا تعالےٰ ہمارا فیصلہ فرمادے گو ہمیں جہنم ہی میں بھیجدے۔ اس لئے کہ جس تکلیف میں وہ ہوں گے اُس کے مقابلہ میں جہنم میں ہونے کو راحت سمجھینگے پس حضرت آدمؑ کی خدمت میں حاضر ہونگے اور عرض کرینگے کہ آپ ہم سب کے باپ بھی ہیں اور آپ نبی بھی ہیں۔ پس آپ خدا تعالےٰ سے یہ عرض کریں کہ وہ ہمارا فیصلہ فرمادے گو جہنم ہی میں بھیجدے آدم علیہ السّلام فرمائیں گے بیٹو! میں اس قابل نہیں ہوں! خدا تعالےٰ نے مجھے پیدا کیا اور اپنے عرش پر مجھے جگہ دی اور اپنے سارے فرشتوں سے مجھے سجدہ کرایا۔ پھر مجھے ایک حکم دیا جس کی تعمیل میں مجھ سے ترکِ اولےٰ ہوگیا لیکن میں تمہیں اپنے ایک سچے بیٹے کو بتائے دیتا ہوں جو نوسو پچاس برس تک اپنی قوم میں دین کی دعوت دیتا رہا۔ جتنا جتنا وہ اُسے جھٹلاتے تھے اللہ تعالیٰ اُسکی سچائی کی گواہی دیتا تھا۔ وہ نوحؑ ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ نوح علیہ السّلام کے پاس آئینگے اور اُن سے عرض کرینگے کہ آپ پروردگارِ عالم سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمارا فیصلہ فرمادے گو جہنم ہی میں بھیجے۔

وہ فرمائینگے صاحبو! میں اِس قابل نہیں ہوں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ (دیکھو صفحہ ۳۰۶ سطر ۱۱) (حالانکہ عنداللہ وہ عاق تھا) لیکن میں تمہیں ایک ایسے شخص کو بتائے دیتا ہوں۔ جسے دنیا میں خدائے تعالےٰ نے خلیل اللہ کا خطاب دیا۔ تم ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لوگ ابراہیمؑ کے پاس جائینگے۔ وہ حضرتؑ فرمائیں گے کہ لوگو! میں اس کام کا نہیں ہوں میں نے تو خود ہی کہا اِنِّيْ سَقِيْمٌ (دیکھو صفحہ ۸۱۰ سطر ۱) (حالانکہ میں اُس وقت بیمار نہ تھا) لیکن میں تمہیں ایک ایسے شخص کو بتلائے دیتا ہوں جس سے خدائے تعالےٰ نے خود کلام فرمایا اور اُسے کلیم ہونے کا شرف بخشا۔ وہ موسےٰ علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ موسےٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونگے اور اُن سے سفارش کی درخواست کرینگے۔ موسےٰ علیہ السلام فرمائینگے کہ بھائیو! میں اس قابل کہاں ہوں میں نے تو ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۳۶ سطر ۹۔ اور صفحہ ۶۱۶ سطر ۵ تا صفحہ ۶۱۷ سطر ۱۱) ہاں میں تمہیں ایسے شخص کو بتائے دیتا ہوں جو حکم خدا سے (نئی) مخلوق بھی پیدا کرتا تھا اور خدا ہی کے حکم سے مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھیوں کو شفا بھی بخشا کرتا تھا۔ وہ عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ لوگ اُن کے پاس آئینگے وہ فرمائیں گے کہ (دوستو!) میں تمہاری دستگیری نہیں کر سکتا لیکن میں تمہیں ایک ایسے شخص کو بتائے دیتا ہوں جس کے دنیا میں پہنچنے کی میں خود تم کو خوشخبری دے آیا تھا وہ احمدا مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ ہیں۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام سے لیکے آنحضرتؐ سے پہلے پہلے جو نبی بھی اولادِ آدمؑ میں ہوا ہے وہ اُس وقت لوائے محمدی کے نیچے آکھڑا ہوگا۔ پھر وہ سب لوگ بھی دگھبرائے ہوئے آنحضرتؐ کے پاس آئیں گے۔ پھر فرمایا کہ وہ لوگ سوال کرینگے کہ یا رسول اللہ حضور خدائے تعالےٰ سے عرض کریں کہ وہ ہمارا فیصلہ فرما دے گو جہنم ہی میں بھیجے۔ حضرتؐ فرمائیں گے کہ بہت اچھا میں تم سب کی دستگیری کے لئے موجود ہوں۔ پس آنحضرتؐ دارالرحمٰن میں آئینگے جس سے مراد عدن ہے اور اُس کے دروازہ کی وسعت اتنی ہے جتنا مشرق سے مغرب تک کا فاصلہ۔ حضرتؐ اُس دروازے کی زنجیروں میں سے ایک زنجیر کو حرکت دیں گے تو آواز دیجائیگی کون ہے؟ حالانکہ خدائے تعالےٰ آپ سے واقف ہوگا۔ آنحضرتؐ جواب دیں گے کہ میں ہوں محمدؐ! جواب ملیگا کہ اِن کے لئے (دروازہ کھولدو۔ امام فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے لئے دروازہ کھول دیا جائیگا۔ اور آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے پروردگارِ عالم کی عظمت وجلالت دیکھونگا تو اُس کی بزرگی ایسی بیان کرونگا کہ مجھ سے پہلے کسی نے اُس کی بزرگی ویسی بیان نہ کی ہوگی اور نہ میرے بعد کوئی اُس کی بزرگی ویسی بیان کر سکیگا پھر میں سجدہ میں گر پڑونگا۔ پھر ارشادِ باری تعالےٰ ہوگا کہ اے محمدؐ! تم اپنا سر اٹھاؤ اور جو تمہارا جی چاہے کہو کہ تمہاری بات سُنی جائیگی اور جس کی مناسب جانو سفارش کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ پس جو جی چاہے مانگو وہ تم کو ملیگا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اُس وقت میں اپنا سر اُٹھاؤنگا اور اپنے

پروردگار کی عظمت و جلالت دیکھ کر پہلے سے کہیں زیادہ اُس کی بزرگی بیان کروں گا پھر سجدہ میں گر پڑوں گا پھر ارشادِ باری ہوگا کہ اَے محمدؐ! تم اپنا سر اٹھاؤ اور جو کہنا ہے کہو کہ تمہارا قول سُنا جائیگا اور جس کی مناسب سمجھو شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت مانی جائیگی۔ اور جو مانگنا ہے مانگو وہ تم کو دیا جائے گا۔ اُس وقت میں اپنا سر اُٹھا کر عرض کرونگا کہ اے میرے پروردگار! تو اپنے بندوں کے حق میں فیصلہ فرمادے گو یہ جہنم ہی میں جائیں۔ اُس وقت ارشادِ باری ہوگا کہ اچھا اے محمدؐ! آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اُس وقت ایک سانڈنی لائی جائیگی جو یاقوت سُرخ کی ہوگی اور اُس کی نکیل سبز زبرجد کی ہوگی۔ میں اُس پر سوار ہو کر مقامِ محمود پر آؤنگا اور وہاں آکر ٹھیرونگا۔ یہ مقامِ محمود عرشِ الٰہی کے مقابل بڑی تیز خوشبودار مشک کا ایک ٹیلہ ہوگا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ پھر ابراہیمؑ بلائے جائینگے اور وہ بھی ویسی ہی سانڈنی پر سوار کیے جائینگے اور مقامِ محمود پر پہنچکر جناب رسولِ خدا کے داہنے ہاتھ کھڑے ہو جائیں گے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس حدیث کو بیان کرتے وقت جنابِ رسولؐ خدا نے اپنا دستِ مبارک اُٹھا کر امیر المؤمنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کے شانہ پر مار کر یہ فرمایا تھا کہ یا علیؑ! واللہ ایک ایسی ہی سانڈنی تمہارے لئے بھی لائی جائے گی۔ تمہیں اُس پر سوار کیا جائیگا پھر تم آکر اپنے باپ ابراہیمؑ کے اور میرے مابین کھڑے ہو جاؤ گے اس وقت ایک منادی خدائے رحمٰن کی طرف سے پُکار کر یہ کہیگا اے مخلوقِ خدا! آیا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے انصاف نہیں ہے کہ ہر ہر گروہ کو اُسی شخص کے ساتھ کر دے جس کو دنیا میں وہ اپنا اپنا سردار سمجھتے رہے۔ سب لوگ جواب دینگے بے شک بے شک۔ اور اس کے سوا کیا انصاف ہو سکتا ہے؟ امام فرماتے ہیں کہ وہ شیطان کھڑا ہو جائے گا۔ جس نے لوگوں کے ایک فرقہ کو گمراہ کیا تھا یہانتک کہ اُنہیں یہ سمجھ لیا تھا کہ عیسیٰؑ خود خدا ہیں اور خدا کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ ایسا سمجھنے والے سب اُس کے پیچھے پیچھے جہنم میں چلے جائینگے۔ پھر وہ شیطان کھڑا ہوگا جس نے لوگوں کے ایک فرقہ کو گمراہ کیا تھا۔ یہانتک کہ اُنہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ عزیزؑ خدا کے بیٹے تھے۔ پس ایسا عقیدہ رکھنے والے سب اُس کے ساتھ ہو کر جہنم میں پہنچ جائینگے۔ اسی طرح ہر ہر اُمت میں سے ایک ایک شیطان جس جس نے کسی گروہ کو گمراہ کیا ہوگا کھڑا ہوتا جائیگا اور اُس کے ماننے والے اُس کے پیچھے پیچھے داخلِ جہنم ہوتے جائینگے۔ باقی رہ جائیگی یہ امت تو پھر ایک منادی منجانب پروردگارِ عالم پکار کر یہ کہیگا کہ اے مخلوقِ خدا! آیا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے انصاف نہیں ہے کہ ہر گروہ کو اُسی شخص کے ساتھ کر دے جسے وہ دارِ دنیا میں اپنا آقا سمجھتے تھے سب کہیں گے بجا ہے۔ اس کے سوا اور انصاف ہو کیا سکتا ہے؟ چنانچہ شیطانِ اوّل کھڑا ہوگا اور جتنے اُس کے یار ہونگے سب اُس کے پیچھے ہو لینگے۔ پھر شیطانِ ثانی کھڑا ہوگا اُس کے جتنے یار ہونگے سب اُس کا پیچھا لینگے۔ پھر شیطانِ ثالث کھڑا ہوگا اُس کے جتنے ماننے والے ہونگے اُس کا پیچھا پکڑیں گے۔ پھر معاویہ کھڑا ہوگا اُس سے دوستی رکھنے والے اُس کے پیچھے پیچھے ہو

جائیں گے۔ اِدھر جناب علیؑ مرتضٰے علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور جو حضرات اُن سے تولّا رکھنے والے ہونگے وہ اُن کے ساتھ ساتھ داخلِ فردوس بریں ہونگے۔ پھر یزید بن معاویہ اُٹھیگا جن جن لوگوں نے اُسے اپنا ولی یا والی جانا تھا وہ سب اُس کے ساتھ ہوجائینگے۔ اِدھر جنابِ امام حسنؑ کھڑے ہونگے۔ اُن کو مولا ماننے والے اُن کے ساتھ ہوں گے۔ اسی طرح جناب سیدالشہدا امام حسین علیہ السلام کھڑے ہونگے۔ اُن کو آقا سمجھنے والے اُن کے ہمراہ ہونگے۔ پھر مروان بن حکم اور اُس کا بیٹا عبدالملک بن مروان دونوں کھڑے ہوجائینگے۔ اِن دونوں کو خلیفۂ برحق ماننے والے اُن کا پیچھا پکڑینگے۔ پھر جناب سیدالساجدین امام زین العابدینؑ کھڑے ہونگے۔ اُن حضرت کو دوست رکھنے والے اُن کی معیّت میں ہونگے۔ اُدھر ولید بن عبدالملک کھڑا ہوگا۔ اُس کے پیروکار اُس کا پیچھا لینگے۔ اِدھر سے جناب امام محمد باقر کھڑے ہونگے اور اُن حضرت کے موالی اُن حضرت کے گروہ میں شامل ہوجائیں گے۔ (جناب امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ) پھر میں کھڑا ہوں گا اور جو مجھے مولا ماننے والے ہیں وہ میرے ساتھ ہوں گے اور میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ تم دونوں میرے ساتھ ہوگے۔ پھر ہم لائے جائینگے اور اپنے پروردگار کے عرش پر ہم جلوس کرینگے اور لوگوں کے اعمال نامے پیش کیئے جائینگے اور ہم اپنے دشمنوں کے برخلاف گواہی دینگے اور ہمارے شیعوں میں سے جو گنہگار ہونگے اُن کی ہم شفاعت کریں گے اور رہے ہمارے شیعوں میں وہ جو متقی و پرہیزگار ثابت ہونگے اُن کو بامراد بنا کر خدا تعالےٰ خود نجات دیگا نہ کوئی تکلیف اُن کو پہنچے گی نہ وہ رنجیدہ ہونگے؛ خثیمہ جعفی بیان کرتے ہیں کہ حدیث یہانتک پہنچنے پائی تھی کہ ایک لونڈی نے آکر عرض کی کہ مولا فلاں قریشی درِ دولت پر حاضر ہے۔ امامؑ نے ارشاد فرمایا کہ اُسے آنے دو۔ پھر ہم لوگوں سے فرمایا کہ اب خاموش ہو رہو (یعنی اس حدیث کے سلسلے میں اب کچھ نہ پوچھو)

عیص بن قاسم نے جنابِ امامِ جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ چند ہاشمی جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ! چوپایوں کی زکوٰۃ وصول کرنے کے واسطے آپ ہم لوگوں کو عامل مقرر فرما دیجیے ہم زیادہ حقدار ہیں جو حصّہ اور عاملین کو ملا کرتا ہے وہی ہم کو مل جایا کرے گا کہ ہم اُس کے اَوروں سے زیادہ مستحق ہیں۔ حضرتؐ نے جواب دیا اے اولادِ عبدالمطلب! صدقہ نہ میرے لیے حلال ہے نہ تمہارے لیئے لیکن مجھ سے خدا نے شفاعت کا وعدہ کیا ہے۔ پھر فرمایا خدا تعالےٰ نے اپنے وعدہ پر گواہی بھی دے دی ہے۔ اے عبدالمطلب کے فرزندو! اب تم بتاؤ کہ جب میں جنّت کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کے خدا سے شفاعت کی درخواست کروں گا تو کیا تم یہ گمان کرسکتے ہو کہ میں تم پر دوسرے کو ترجیح دوں گا۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ جب قیامت کے دن تمام جن و انس ایک جگہ جمع ہونگے اور اُنہیں ٹھیرے ٹھیرے ایک عرصہ دراز ہو جائیگا تو وہ سب کے سب شفاعت کے خواہاں ہوں گے اور کہیں گے کس کے پاس جائیں۔ کس کو شفیع بنائیں پس

وہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور اُن سے شفاعت کی درخواست کرینگے۔ وہ جواب دینگے افسوس! میں خود ضرورت مند ہوں اور اپنی حاجت بارگاہِ الٰہی میں پیش کر چکا ہوں۔ وہ لوگ آپس میں کہیں گے پھر اب کس کے پاس جائیں۔ کوئی جواب دیگا۔ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ پس وہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اُن سے شفاعت چاہیں گے۔ وہ جناب فرمائیں گے افسوس! میں خود ضرورت مند ہوں۔ اپنی حاجت بارگاہِ الٰہی میں پیش کر چکا ہوں۔ آپس میں کہیں گے کہ اب کس کے پاس چلیں۔ کوئی کہیگا کہ حضرت موسےٰ کے پاس چلو۔ اب موسےٰ کے پاس آئیں گے اور اُن سے شفاعت کا سوال کرینگے۔ جناب موسےٰ فرمائیں گے افسوس! مَیں خود ضرورتمند ہوں۔ اپنی حاجت بارگاہِ الٰہی میں پیش کر چکا ہوں۔ آپس میں کہیں گے اب کس کے پاس چلیں۔ جواب ملے گا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے پاس چلو۔ پس وہ سب کے سب حضرت عیسےٰ کے پاس آکر شفاعت کی استدعا کرینگے۔ جناب عیسےٰ جواب دیں گے کہ میں خود ضرورت مند ہوں اور اپنی درخواست بارگاہِ الٰہی میں پیش کر چکا ہوں۔ اُس وقت وہ کہیں گے اب کس سے عرضِ حال کریں کہنے والا کہیگا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۔ پس وہ لوگ میرے پاس آئیں گے اور شفاعت کے طالب ہونگے۔ پس میں خدا پر بھروسہ کرکے کھڑا ہو جاؤنگا۔ اور بلا خوف جنت کے دروازہ پر آؤنگا زنجیر در پکڑ کر ہلاؤنگا۔ آواز آئیگی کون ہے؟ میں جواب دونگا احمدؐ! یہ سُنکر خدامِ جنت آئینگے اور دروازہ کھولدینگے۔ جس وقت میں جنت کی نعمتیں دیکھوں گا خدا کی عظمت و جلالت کو یاد کرکے سجدہ میں گر پڑونگا۔ ایک فرشتہ میرے پاس آئیگا اور کہیگا یا رسولؐ اللہ! سجدہ سے سر مبارک اُٹھائیے اور خدا سے سوال کیجئے کہ آپ جو کچھ مانگیں گے آپ کو عطا کیا جائیگا اور جس کی مناسب جانیئے شفاعت فرمائیے کہ آپکی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں سر اُٹھا کر دروازۂ جنت میں داخل ہونگا۔ پھر سجدہ میں گر کر اپنے پروردگار کی عظمت اور بزرگی کا ذکر کرونگا۔ پھر ایک فرشتہ آکر ذکر کریگا کہ یا رسولؐ اللہ! اپنا سر مبارک اُٹھائیے اور جو جی چاہے سوال کیجئے کہ آپ کو عطا کیا جائیگا اور جس کی چاہیئے شفاعت کیجئے کہ قبول کی جائیگی۔ پھر آنحضرتؐ کچھ دیر تک جنت میں چلتے پھرتے رہینگے پھر سجدہ میں گر کر اپنے پروردگار کی عظمت و بزرگی بیان کرینگے۔ پھر ایک فرشتہ آکر یہی پیغام دیگا کہ یا رسولؐ اللہ! اپنا سر مبارک اُٹھا کر جو کچھ جی چاہے مانگیئے ملیگا۔ اور جس کی جی چاہے شفاعت کیجئے مان لی جائیگی۔ اس کے بعد اُٹھ کر جو کچھ بھی سوال کریں گے خدا تعالےٰ نے ضرور بالضرور وہ سب آنحضرتؐ کو عطا فرمائے گا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۲۶۳

(نوٹ نمبر ۴ کے آخر میں ہونیکے بجائے حوالہ غلطی سے نوٹ نمبر ۵ کے آخر میں دیا گیا ہے۔ مقبولؔ)

تفسیر برہان میں ہے کہ علامہ ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ نے بسلسلۂ اسنادِ خود محمد بن حرب الہلالی امیر مدینہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی یابن رسول اللہ! میرے دل میں ایک بات ہے جو حضرت سے پوچھنا چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ تمہارا جی چاہے تو میں تمہاری وہ بات تمہارے سوال کرنے سے پہلے ہی بیان کر دوں اور جی چاہے تم خود ہی بیان کرو۔

میں نے عرض کی یابن رسول اللہ بھلا آپ نے میرے دل کی بات میرے سوال کرنے سے پہلے جان کیسے لی؟ فرمایا توسّم و تفرّس کے سبب سے۔ کیا تم نے خدا تعالےٰ کا یہ قول نہیں سُنا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (دیکھو صفحہ ۴۲۲ سطر ۷ مع نوٹ نمبر ۳) اور جناب رسولِ خدا کا یہ قول نہیں سُنا اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔ (دیکھو صفحہ ۴۲۲ نوٹ نمبر ۳) محمد بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یابن رسول اللہ! اچھا جو میرے دل میں بات ہے بتا دیجئے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا تم مجھ سے یہ دریافت کرنا چاہتے تھے کہ علی ابن ابیطالب میں اتنی تو قوت موجود تھی کہ ملک خیبر میں قلعۂ قموص کا دروازہ اکھاڑ لیا اور پس پُشت پھینکا تو چالیس ہاتھ کے فاصلہ پر جا کر گرا حالانکہ چالیس آدمی اُسے نہیں اُٹھا سکتے تھے مگر کعبہ کی چھت پر سے بُتوں کے گرانے کے دن جناب رسولِ خدا کو اپنے کندھے پر نہ اٹھا سکے حالانکہ جناب رسولِ خدا اونٹ پر بھی سوار ہوتے تھے۔ گھوڑے پر بھی سوار ہوتے تھے گدھے پر بھی سوار ہوتے تھے اور شبِ معراج بُراق پر بھی سوار ہوئے تھے اور یہ یقینی بات ہے کہ ان جانوروں کی قوت کو جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی قوت سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی یابن رسول اللہ! خدا کی قسم میں آپ سے یہی پوچھنا چاہتا تھا اب حضور مجھے بتلاویں؛

فرمایا! بہت اچھا سُنیئے۔ علیؑ مرتضٰے کو جو شرف ملا ہے جناب رسولِ خدا کے باعث اور جو رفعت حاصل ہوئی ہے آنحضرتؐ کے سبب تو یہ رتبہ بھی آنحضرتؐ ہی کے سبب ملا کہ اُنہوں نے شرک کی آگ بجھا دی۔ اور خدا کے سوائے جو بھی معبود تھا اُسے باطل کر دیا۔ اگر جناب رسولِ خدا بتوں کے گرانے کی غرض سے علیؑ مرتضٰے کے کاندھے پر سوار ہوئے ہوتے تو آنحضرتؐ کی دسترس علیؑ کے ذریعہ سے ہوتی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا کہ علیؑ مرتضٰے جناب رسولِ خدا سے افضل ہیں کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ جناب امیرؑ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر سوار ہوا تو مجھے ایسا شرف ملا اور ایسی رفعت ملی کہ اگر میں یہ چاہتا کہ آسمان کو پا لوں تو اُسے بھی تو پا لیتا۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ چراغ ہی تو وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سے اندھیرے میں راستہ ملتا ہے۔ اور ہر شاخ جڑ ہی سے تو پھوٹا کرتی ہے۔ اور حضرت امیر المؤمنین یہ بھی فرما چکے ہیں

کہ میں جنابِ رسولِ خدا سے ایسی ہی نسبت رکھتا ہوں جیسے روشنی کو روشنی سے نسبت ہوتی ہے کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ جنابِ محمدؐ مصطفےٰ اور جناب علیؑ مرتضےٰ دونوں کے دونوں مخلوقِ خدا کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے پیشِ خداوندِ عالم ایک ہی نور تھے اور فرشتے اس نور کی اصل کو بھی دیکھتے تھے اور جو چمکتی ہوئی شعاع اس سے نکلتی تھی اُس کو بھی دیکھتے تھے اور دریافت کرتے تھے کہ اسے ہمارے معبود! اور اسے ہمارے سردار! یہ نور کیا ہے تو منجانب پروردگارِ عالم اُن کی طرف وحی کی جاتی تھی کہ یہ نور میرے نور سے ہے۔ اس کی جڑ نبوت ہے اور اس کی شاخ امامت۔ اب رہی جڑ وہ تو میرے بندہ اور میرے رسول محمدؐ کے لئے ہے اور رہی شاخ سو وہ میرے ولی اور میری حجت علیؑ کے لئے ہے۔ اور اگر یہ دونوں بزرگوار نہ ہوتے تو میں اپنی مخلوق کو پیدا ہی نہ کرتا کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ جنابِ رسولِ خدا نے غدیرِ خُم کے دن علیؑ مرتضےٰ کا ہاتھ بلند کرکے اُٹھایا کہ لوگوں نے دونوں بزرگواروں کی بغل کے نیچے کی سفیدی دیکھ لی اور اُن کو تمام مسلمانوں کا مولا اور امام قرار دیدیا۔ اور خطیرۂ بنی نجار والے دن حسن وحسین علیہما السلام کو خود اپنے کندھوں پر سوار کیا۔ حالانکہ بعض صحابیوں نے یہ بات عرض بھی کی کہ یا رسولؐ اللہ ان دونوں صاحبزادوں میں سے ایک کو تو ہمیں دے دیجئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ تو بہت ہی اچھے سوار ہیں اور ان کے والدِ ماجد ان دونوں سے افضل ہیں۔ اور ایسا تو اکثر ہوا کرتا تھا کہ آنحضرتؐ اصحاب کو نماز پڑھاتے ہوتے اور سجدوں میں سے کسی سجدہ کو طول دیدیتے جب سلام پھیرتے تو لوگ دریافت کرتے کہ یا رسولؐ اللہ فلاں سجدہ کو تو آپ نے بہت طول دیا تو آنحضرتؐ فرماتے کہ ہاں میرا بیٹا میری پیٹھ پر سوار ہوگیا تھا اور مجھے یہ مکروہ معلوم ہوا کہ جب تک وہ خود سے نہ اُترے اُسے علیحدہ کردوں۔ اور ان سب باتوں سے (حسبِ منشاءِ پروردگارِ عالم) لوگوں پر اُن کی شرافت و بزرگی کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تھا پس ہر نبی کے بعد نبی ہوتا آیا۔ مگر علیؑ مرتضےٰ امام تھے نبی یا رسول نہ تھے لہذا بارِ نبوت بھی نہیں اُٹھا سکتے تھے۔

محمد بن حرب الہلالی کہتے ہیں کہ یا بن رسولؐ اللہ! مجھے تو کچھ اور بھی سُنا دیجئے۔ فرمایا بیشک تو اس سے زیادہ کا مستحق ہے۔ لے اور سُن! جنابِ رسولِ خدا نے حضرت علیؑ مرتضےٰ کو اپنی پُشتِ مبارک پر جگہ دی۔ اس سے یہ اظہار مقصود تھا کہ جناب رسولِ خدا کی اولاد کے باپ علیؑ ہونگے اور جتنے ائمہؑ آنحضرتؐ کے صلب سے ہونے والے ہیں اُن سب سے مقدم اور امام علیؑ ہونگے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ آنحضرتؐ نے نمازِ استسقاء پڑھنے میں اپنی ردا سے مبارک کو ایک پلٹا دے دیا تھا جس سے اپنے اصحاب کو یہ تعلیم کرنا مقصود تھا کہ ہم نے قحط سالی کو فصلِ ارزاں سے بدل دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا بن رسولؐ اللہ! مجھے تو کچھ اور بھی سُنا دیجئے۔ فرمایا کہ

جناب رسولِ خدا نے حضرت علیؑ مرتضےٰ کو اپنی پشتِ مبارک پر اس غرض سے بھی سوار کیا تھا کہ اپنی قوم کو جتلا دیں کہ جو شخص بعد جناب رسولِ خدا کے آنحضرتؐ کی پشتِ مبارک پر سے اُن کے قرض کا اور اُن کے وعدوں کا بار آتاریگا وہ علیؑ ہی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اُس نے عرض کی یا بن رسول اللہؐ کچھ اَور بھی۔ فرمایا اس لئے علیؑ کو اٹھایا تھا کہ علی کا جو بار ہے وہ اپنے ہی اُوپر لے لیں مگر علیؑ تو معصوم تھے کوئی وزر و وبال تو اُن کے ذمہ تھا نہیں اور آنحضرتؐ کے افعال لوگوں کے نزدیک حکمت اَور صواب تھے۔ پس آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ سے خود فرما کر حل کر دیا کہ اے علیؑ! خدائے تبارک و تعالےٰ نے تمہارے شیعوں کے گناہوں کا بار مجھ پر ڈالا پھر میری خاطر سے اُن کو بخش دیا۔ اَور یہ خدا تعالےٰ کے اس قول سے بھی ثابت ہے۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (دیکھو صفحہ ۸۱۱ سطر ۲ مع نوٹ) اور اسی سے خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ (دیکھو صفحہ ۱۹۸ سطر ۲) اور جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ لوگو! تم کو اپنے اپنے نفوس کی حفاظت لازم ہے اس لئے کہ جب تم خود ہدایت یافتہ ہو تو کسی دوسرے کا گمراہ ہونا تم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا اور علیؑ میرا نفس اور میرا بھائی ہے۔ تم علیؑ کی اطاعت کرو اس لئے کہ علیؑ نہ کبھی راہِ راست سے بھٹکیں گے اور نہ بے نصیب ہوں گے پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿ (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۵) محمد بن حرب الہلالی کہتے ہیں کہ اس کے بعد جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے امیر جناب رسولِ خدا نے کعبۃ اللہ کی چھت پر سے بتوں کو گرانے کے وقت جو علیؑ مرتضےٰ کو اپنے دوشِ مبارک پر اٹھایا ہے اُس میں جتنے پہلو نکلتے اور جتنے مطالب آنحضرتؐ نے مراد لئے ہیں اگر میں وہ سب تمہارے سامنے بیان کر دوں تو شاید تم یہ کہنے لگو کہ جعفر بن محمدؐ دیوانے ہو گئے ہیں۔ لہذا جو تم سُن چکے ہو تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ محمد بن حرب کہتے ہیں کہ میں اُٹھ کر امامؑ کے قریب گیا اور سرِ مبارک کو بوسہ دیا اور یہ عرض کیا اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (دیکھو صفحہ ۲۲۷ سطر آخر)

علامہ ابنِ شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ابوبکر شیرازی نے جناب امیر المؤمنین کی شان میں جو قرآن مجید نازل ہوا ہے اُسے قتادہ کی روایت سے جمع کیا ہے از آنجملہ یہ بھی ہے کہ قتادہ نے مسیّب سے روایت کی ہے اور مسیّب نے ابوہریرہ سے۔ ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے جابرؓ ابن عبداللہ انصاری نے ذکر کیا کہ ہم جناب رسولِ خدا کے ساتھ شہر مکہ اور حرم کعبہ میں پہنچے تو کعبۃ اللہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کو اُن کے توڑنے کا حکم دیا اور بیت اللہ

کے اُوپر ایک بڑے اُونچے قد کا بُت تھا جس کا نام ہُبل تھا۔ پس آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے علیؑ میری پشت پر سوار ہو جاؤ تاکہ ہُبل کعبۃ اللہ کے اُوپر سے گرا دیا جائے۔ علیؑ مرتضےٰ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ حضور میری پشت پر سوار ہو جائیں۔ پس جیسے ہی آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کی پشت پر قدم رکھا تو وہ حضرتؑ خود فرماتے ہیں کہ ثقل رسالت کے سبب میں آنحضرتؐ کو نہ اُٹھا سکا اور میں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! میں ہی آپ کی پشتِ مبارک پر سوار ہو جاؤں گا۔ پس آنحضرتؐ نے تبسم فرمایا۔ اُتر آئے۔ اپنی پشتِ مبارک جھکا دی۔ میں آنحضرتؐ کے کاندھے پر سوار ہو گیا۔ اُسی کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور انسان کو پیدا کیا اگر میں یہ چاہتا کہ آسمان کو چھو لوں تو میں اپنے دونوں ہاتھوں سے آسمان کو چھو سکتا تھا۔ پس میں نے کعبہ کی چھت پر سے ہُبل کو پھینک دیا اور اُسی کے بارے میں خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ علامہ ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ روزِ فتحِ مکہ جناب امیر علیہ السلام کو امرِ عظیم پیش آیا تو وہ آنحضرتؐ کے دوشِ مبارک پر سوار ہوئے اور پھر کعبہ کی چھت پکڑ کر اُس پر چڑھ گئے۔ اور بُتوں کو اس طرح اُکھاڑا کہ بیت اللہ کی دیواریں بھی ہل گئیں۔ پھر اُن کو اس طرح پھینکا کہ اُن کے پرخچے اُڑ گئے۔ یہ روایت احمد حنبل اور ابو یعلےٰ موصلی نے بھی اپنی اپنی مُسند میں درج کی ہے اور ابو بکر خطیب نے اپنی تاریخ میں اور خطیب خوارزمی نے اپنی کتاب اربعین میں اور محمد بن صبّاغ زعفرانی نے اپنی کتاب الفضائل میں اور ابو عبداللہ طبری نے اپنی کتاب الخصائص میں درج کی ہے۔ اور جناب علامہ سیّد رضی اپنی کتاب المناقب الفاخرہ فی العترۃ الطاہرہ میں باسنادِ خود مجاہد سے روایت کرتے ہیں اور مجاہد حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ سے کہ جناب رسولِ خدا کعبۃ اللہ میں پہنچے تو یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ ابنِ مسعود کی ڈولچیاں بھری ہوئی لٹک رہی ہیں۔ جناب امیرالمؤمنین سے فرمایا کہ اے علیؑ! ان ڈولچیوں میں سے ایک ڈولچی میرے پاس لے آؤ۔ وہ حضرتؑ ایک ڈولچی لے آئے۔ آنحضرتؐ نے اُس میں سے پانی بھی پیا اور وضو بھی فرمایا۔ پھر ابن مسعود کی طرف دیکھ کر ارشاد ہوا کہ تمہاری ڈولچی میں مجھے ایک قسم کی خوشبو معلوم ہوئی یہ کیسی ہے؟ ابن مسعود نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ مکہ کا پانی مجھے بھاری معلوم ہوا تھا۔ اس سبب سے میں نے چند کھجوریں (یعنی چھوارے) لیکر اپنی ڈولچی میں ڈالکر پانی میں بھگو دئے تھے۔ تاکہ پانی میرے لئے میٹھا بھی ہو جائے اور ہلکا بھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ حلال ہے اور پانی بھی پاک ہے۔ پھر حضرتؐ اُٹھے اور شیبہ سے کُنجی لی اور کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولا۔ اُس وقت حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آیا میں آپ کا چچا اور آپ کے والد کا ہمسر نہیں ہوں؟ فرمایا ہاں! ہو۔ اچھا چچا اپنا مطلب بیان کرو؟ اُنہوں نے عرض کی کعبہ کی کُنجی مجھے عنایت فرما دیجئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا

لو چچا لو۔ اُس کے بعد جبرئیلؑ امین نازل ہوئے۔ عرض کرنے لگے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ امانت تو اُس کے مالک ہی کو ملنی چاہیئے۔ تب آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ سے کنجی واپس لے کر شیبہ ہی کو دے دی اور آنحضرتؐ کعبہ میں داخل ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی تصویر موجود ہے۔ ارشاد فرمایا کہ صورتوں اور مورتوں کو نہ پوجو کہ اللہ تعالےٰ اُن کو ناپسند کرتا ہے اور اِن کے بنانے والے کو بھی بُرا جانتا ہے۔ پھر اپنی ردائے مبارک کے گوشے سے اُس کو مٹانے لگے۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو شیبہ سے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو پھر سرِ مبارک بلند کیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ کعبۃ اللہ کی چھت پر بھی ایک بُت موجود ہے۔ علیؑ مرتضےٰ سے فرمانے لگے اے علیؑ اس بُت کا میں کیا عِلاج کروں؟ اُنہوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ ابھی میں حضور کے سامنے جھکا جاتا ہوں۔ حضور میری پیٹھ پر سوار ہو کر اسے گھسیٹ لیں۔ جناب رسُولِ خدا نے فرمایا کہ اے علیؑ! اگر میری ساری اُمت اوّل سے آخر تک اس بات کی کوشش کرے کہ میرے اعضائے ظاہری میں سے کسی ایک عضو کا بھی بوجھ اٹھائیں تو نہیں اُٹھا سکتے۔ لیکن اے علیؑ! تم میرے قریب آؤ۔ چنانچہ علیؑ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کے قریب آیا تو آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے میری دونوں پنڈلیاں پکڑ کر مجھے زمین سے اُٹھا لیا اور سر سے اُونچا کر دیا تو میں دیکھتا کیا ہوں کہ میں آنحضرتؐ کے شانہائے مبارک پر ہوں۔ پھر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ! بلند ہو اور اس بُت کو کھینچ لو۔ پس میں نے اُس بُت کو پکڑ کر کھینچا اور زمین پر دے مارا تو وہ ثلاثہ (تین ٹکڑے) ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ! جس وقت تم میرے دوش پر ہو تو کیا دیکھتے ہو؟ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں میں تو اچھا ہی اچھا دیکھتا ہوں۔ ادنےٰ سی بات یہ ہے کہ اگر آسمان کو میں اپنے دونوں ہاتھوں سے چھُونا چاہوں تو چھو سکتا ہوں۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ! اللہ تمہارے شرف کو اور زیادہ کرے۔ پھر میرے نیچے سے کِھسک گئے اور میں زمین پر گِرا تو ہنسا۔ فرمانے لگے کہ یا علیؑ تمہارے ہنسنے کا کیا باعث ہے؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ کعبہ کی سی بلندی سے میں زمین پر گِرا۔ اور مجھے اِس گرنے سے چوٹ نہیں لگی۔ فرمایا یا علیؑ! بھلا تمہارے چوٹ کیا لگتی۔ چڑھایا تو تمہیں محمدؐ جیسے (سیّد النّبیین) نے اور اُتارا تمہیں جبرئیلؑ جیسے (روح الامین) نے۔ اِس کے بعد آنحضرتؐ تو تشریف لے گئے اور حضرتِ عباسؓ لگے اپنا فخر جتانے کہ میں سردارِ قریش ہوں اور میں ازروئے حسب ونسب کے سب سے بہتر ہوں اور میرے یہاں سب سے بہتر سواریاں موجود ہیں۔ حاجیوں کا پانی پلانا میرے ہاتھ ہے۔ میرے سِوا کسی دوسرے کو یہ منصب حاصل نہیں۔ اِس پر شیبہ بولا کہ واہ یہ نہیں ہو سکتا۔ سردارِ قریش تو میں ہوں۔ خدمتِ کعبہ

میرے ہاتھ میں ہے۔ کلید برداری مجھ سے متعلق ہے۔ یہ منصب کسی دوسرے کو حاصل نہیں جناب امیرالمومنین نے فرمایا تم دونوں صاحب اپنا اپنا فخر میرے مقابلہ میں جتلاتے ہو اور اپنی باتوں سے مجھے چڑاتے ہو۔ میں تم دونوں کا بھی سردار ہوں اور ماورائے جناب رسولِ خدا تمام اہلِ زمین کا سردار ہوں۔ میں ہی تو وہ ہوں جس نے تمہارا منہ کچل ڈالا ہے جس کے سبب سے تم ایمان لے آئے اور آنحضرتؐ کی رسالت کا تم نے اقرار کر لیا۔ جناب امیرؑ کے اس قول سے وہ دونو بہت ہی چڑ پائے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر علیؑ مرتضےٰ نے جو کچھ اُن سے کہا تھا وہ سب کچھ بیان کیا۔ جبرئیلؑ امین اُسی وقت نازل ہوتے اور عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ! خدائے برحق بعد درود وسلام یہ ارشاد فرماتا ہے کہ شیبہ اور عباس سے کہہ دیجئے۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ٥ (دیکھو صفحہ ۳۱۰ سطر ۹) یارسول اللہ! علیؑ مرتضےٰ اُن دونوں سے کہیں بہتر ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۲۶۳

طب الائمہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب کبھی کسی مومن کو کوئی مرض لاحق ہو اور مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یہ آیت پڑھے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظّٰلِمِينَ اِلَّا خَسَارًا ٥ تو کیسی ہی بیماری کیوں نہ ہو دور ہو جائیگی۔ چنانچہ مضمون شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ٥ اسی پر دلالت کرتا ہے۔

اُنہی جناب سے منقول ہے کہ آیت قرآنی سے گنڈا تعویذ اور عمل کرنا جائز ہے اور جسے قرآن سے شفا نہ ہوگی گویا اُسے خدائے تعالےٰ ہی نے شفا نہ بخشی۔ کیا قرآن مجید سے بھی بڑھکے کوئی تعویذ یا دعا ہو سکتی ہے۔ کیا خدائے تعالےٰ نہیں فرماتا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ٥

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۶۵ — گفتگوئے عبداللہ بن ابی امیہ با جناب رسولِ خدا

عبداللہ بن ابی امیہ۔ اے محمدؐ! تم نے تو بہت بڑا دعوےٰ کیا ہے اور بڑی ہولناک بات کہی ہے تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تمام عالموں کے پروردگار کے رسول تم ہو حالانکہ تمام عالموں کے پروردگار اور تمام مخلوق کے خالق کو اس کی ضرورت کیا پڑی ہے کہ تم جیسا اُس کا رسول ہو۔ سُبحان اللہ! ہم ہی جیسا ایک آدمی جو ویسے ہی تو کھانے کھائے جیسے کہ ہم کھاتے پیتے ہیں اور اسی طرح چلے پھرے جیسے کہ ہم چلتے پھرتے ہیں (اور پھر رسولِ خدا

بھی بن جائے؛ ذرا اسی پر نظر ڈالو کہ بادشاہ روم و بادشاہ فارس جب کسی کو اپنا ایلچی بنا کر بھیجتے ہیں تو ایسے ہی کو بناتے ہیں جو بڑا مالدار اور بڑا صاحب مقدور ہو جس کی محل سرائیں اور مکانات خیمے اور ڈیرے اور لونڈی اور غلام۔ نوکرو چاکر بہت کثرت سے ہوں اور وہ تو سارے عالموں کا پروردگار۔ ان سب سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ ہے کہ یہ سب بڑے بڑے بادشاہ اس کے بندے ہیں (وہ رسول بنا کر بھیجے تو تم ایسے مفلس کو۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اور نبی ہو) اگر کہیں تم نبی ہوتے تو تمہاری اردلی میں کوئی فرشتہ ہوتا جو تمہاری تصدیق کرتا پھرتا اور ہم بھی اس کو دیکھتے۔ بلکہ اللہ کو اگر منظور ہوتا کہ ہمارے پاس کسی نبی کو بھیجے تو وہ کسی فرشتہ ہی کو کیوں نہ بھیجدیتا ہمارے پاس ہم ہی جیسے آدمی کو بھیجنا بے معنی سی بات ہے۔ اے محمدؐ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہو نہو تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ باقی تم نبی (وبی) کچھ بھی نہیں ہو۔

جناب رسول خدا۔ تمہیں کچھ اور بھی کہنا ہے یا کہہ چکے؟

عبداللہ بن ابی امیہ۔ جی ابھی تو بہت کچھ کہنا ہے۔ اگر اللہ کو یہ منظور ہوتا کہ ہمارے پاس کسی کو نبی بنا کر بھیجے تو کسی ایسے شخص کو نہ بھیجتا جو ہم میں مال کی حیثیت سے بہت ہی بڑھا ہوا ہوتا اور ہر طرح خوشحال ہوتا۔ یہ کیا ضرور ہے کہ اللہ نے یہ قرآن جس کی نسبت آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ ہی پر نازل کیا ہے اور آپ ہی کو یہ دیکر رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل نہ فرمایا۔ یا تو مکہ کے ولید بن مغیرہ پر نازل فرمایا یا طائف کے عروہ بن مسعود ثقفی پر۔

جناب رسول خدا۔ اچھا اب کہہ چکے یا کچھ اور بھی کہنا ہے؟

عبداللہ بن ابی امیہ۔ جی ہاں۔ ابھی کہنا ہے ہم تو آپ پر ایمان لائینگے نہیں جب تک کہ آپ اسی مکہ میں ہمارے لئے اسی زمین میں سے ایک چشمہ نہ جاری کردیں کیونکہ یہ زمین سخت پتھریلی بلکہ نری پہاڑی ہی پہاڑی ہے۔ اب اسے آپ کھود ڈالیں اور اس میں چشمے ہی چشمے بہادیں اس لئے کہ ہم کو چشموں کی ضرورت ہے۔ یا آپ کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک بڑا سا باغ ہو کہ آپ بھی اس میں سے کھائیں (پیئیں) اور ہمیں بھی خوب کھلائیں (پلائیں) اور اس کے بیچ بیچ میں بہت سی نہریں پھیلادیں یا جاری کردیں۔ یا جیسا کہ آپ گمان کرچکے ہیں آسمان ہی کا ایک ٹکڑا گرادیں۔ کیونکہ یہ تو آپ کہہ چکے ہیں۔ وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ۔ (دیکھو

صفحہ ۸۳۸ سطر آخر) شاید ہم ایسے ہی کہیں۔ پھر کہنے لگا یا تم اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے ہی لا کر کھڑا نہ کر دو۔ یا اچھا یوں سہی کہ آپ کا کوئی مکان سونے کا ہو کہ اُس میں سے ہمیں بھی کچھ دیجئے جس سے ہم بھی مالدار ہو جائیں۔ پھر ممکن ہے کہ ہم سرکش بن جائیں کیونکہ آپ یہ بھی تو کہہ چکے ہیں۔ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (دیکھو صفحہ ۹۵۵ سطر ۷) پھر بولا آپ آسمان ہی پر نہ چڑھ جائیں اور ہم تو آپکے آسمان پر چڑھ جانے پر بھی اُس وقت تک ایمان نہ لائینگے جب تک کہ آپ ہمارے نام ایک خط نہ بھیجیں جسے ہم پڑھ کر دیکھیں (اور جس کا مضمون یہ ہو)" حکمت والے زبردست خدا کی طرف سے۔ عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی اور اُس کے ساتھیوں کے نام۔ تم لوگوں کو لازم ہے کہ تم محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب پر ایمان لاؤ۔ کہ وہ میرا رسول ہے اور اُس کی سب باتوں کو سچا جانو کہ وہ میری طرف سے کہتا ہے"

اے محمدؐ! اگر یہ سب کچھ بھی کرو تو بھی یہ نہیں معلوم کہ میں تم پر ایمان لاؤنگا یا نہ لاؤنگا بلکہ اگر تم ہم سب کو آسمان تک لے چلو اور آسمان کے دروازے بھی کھل جائیں اور ہمیں تم اُن کے اندر بھی پہنچا دو تب بھی ہم تو یہی کہے جائیں گے کہ یہ اور کچھ نہیں ہماری نظربندی کر دیگئی ہے۔ اور ہم پر جادو کر دیا گیا ہے

جناب رسولؐ خدا۔ اے عبداللہ تجھے کچھ اور بھی کہنا ہے یا بس؟

عبداللہ بن ابی امیہ۔ کیا جتنی ایرادیں میں آپ پر کر چکا ہوں یہ کافی و وافی نہیں ہیں؟ مجھے تو اب کچھ اور کہنا نہیں۔ آپ کو جو کچھ کہنا ہے فرمایئے اور اگر آپ کے پاس کوئی حجت و دلیل ہے تو اُسے بیان کیجئے۔ مگر اپنے دشمن نہ بنیئے اور ہم نے جو جو کچھ سوال کئے ہیں اُن کے جواب دیجئے۔

جناب رسولؐ خدا۔ (خدا سے عرض کرنے لگے) الٰہی تو ہر آواز کا سُننے والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ تیرے بندے جو کچھ کہہ رہے ہیں اُس سے تو خوب واقف ہے منجانب رب العزت آیۂ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ سے وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا تک کی آیتیں نازل ہوئیں (دیکھو صفحہ ۵۷۴ تا ۵۷۵) پھر یہ آیت نازل ہوئی فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۵۲ سطر ۱۲) نیز یہ آیت بھی نازل فرمائی۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا

یُنْظَرُوْنَ ٥ وَلَوْجَعَلْنٰہُ مَلَکًا لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْھِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ٥ (دیکھو صفحہ ۲۰ سطر ۱

جناب رسولؐ خدا (اوپر کی آیتوں کے بعد) ہاں اے عبداللہ! یہ جو تونے کہا کہ میں اسی طرح کھانا کھاتا ہوں جس طرح تم لوگ کھانا کھاتے ہو اور اسی کی وجہ سے تونے یہ گمان کر لیا کہ میں اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا تو اصل معاملہ تو خدا کے ہاتھ ہے وہ جو چاہے کرے اور جیسا چاہے حکم دیدے اُس کے کُل حکم قابلِ تعریف ہیں۔ مجھے تجھے یا کسی اور کو اُس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ فلاں بات کیوں کی اور فلاں بات کیسے کی؟ کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ خدائے تعالےٰ کسی کو فقیر بناتا ہے اور کسی کو امیر کسی کو معزز بناتا ہے اور کسی کو ذلیل۔ کسی کو توانا و تندرست بنایا ہے اور کسی کو کمزور و بیمار۔ کسی کو شریف بنایا ہے اور کسی کو رذیل۔ اور کھانا یہ سب کے سب کھاتے ہیں۔ پھر فقیروں کو تو یہ حق نہیں ہے کہ وہ یہ عرض کریں کہ تونے ہمیں فقیر کیوں بنایا اور فلاں فلاں کو امیر کیوں کیا۔ نہ کمینوں کو یہ منصب حاصل کہ وہ کہیں کہ تونے ہمیں کمینہ کیوں بنایا اور فلاں و فلاں کو شریف کیوں بنایا۔ نہ بیماروں اور کمزوروں کی یہ مجال ہے کہ وہ یہ عرض کر سکیں کہ تونے ہمیں بیمار و کمزور کیوں بنایا اور فلاں و فلاں کو توانا و تندرست کیوں رکھا۔ نہ ذلیل لوگوں کی یہ قدرت ہے کہ وہ یہ عرض کر سکیں کہ تونے ہمیں ذلیل کیوں بنایا ہے اور فلاں و فلاں کو معزز کیوں قرار دیا ہے۔ نہ بدصورتوں کی یہ حیثیت کہ وہ یہ عرض کر سکیں کہ تونے ہمیں بدصورت کیوں بنایا ہے اور فلاں و فلاں کو خوبصورت کیوں بنایا ہے۔ اگر وہ ایسا کہیں تو وہ اپنے آقا کے احکام کے ردّ کرنے والے۔ اُس کے حقوق میں دست اندازی کرنے والے بلکہ آقا ہونے کا انکار کرنے والے ہونگے۔ اور اُس کی طرف سے اُن سب کا جواب یہ ہوگا کہ میں بادشاہِ مطلق ہوں۔ پست کرنیوالا۔ بلند کرنیوالا۔ غنی بنانیوالا فقیر بنانے والا۔ عزت دینے والا۔ ذلت دینے والا۔ صحت دینے والا اور بیمار بنانیوالا صرف میں ہوں اور تم سب میرے لونڈی غلام ہو۔ تمہارا حق اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ میری اطاعت کرو اور میرا حکم مانو۔ اگر تم نے میری اطاعت کی تو تم میرے ماننے والے بندے ہو گئے اور اگر تم نے انکار کیا تو تم منکر ہو گئے اور میرے عذاب کے مستحق قرار پائے یعنی ہمیشہ کے لئے گئے گزرے ہوئے۔ پھر خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ مطلب یہ ہے کہ کھانا مثل تمہارے ہی کھاتا ہوں یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (دیکھو صفحہ ۲۰ سطر ۹) مطلب یہ ہے

کہ اُن سے کہدو کہ بشریت میں تو میں تم ہی جیسا ہوں لیکن میرے پروردگار نے مجھ کو نبوت کے ساتھ خصوصیت بخشی ہے جیسا کہ وہ دوسرے آدمیوں کے مقابل میں کسی کو دولتمندی کے ساتھ خصوصیت بخشتا ہے۔ کسی کو صحتِ جسمانی کے ساتھ۔ کسی کو حُسن و جمال کے ساتھ۔ پھر اس سے انکار کیوں کرتے ہو کہ اُس نے مجھ کو نبوت کے ساتھ خصوصیت بخشی۔

اب رہا تمہارا یہ قول کہ بادشاہِ روم و بادشاہِ فارس جسے ایلچی بناکے بھیجتے ہیں وہ بڑا مالدار اور بڑا شاندار شخص ہوتا ہے۔ اُس کے بڑے بڑے مکان اور محل سرائیں ہوتی ہیں۔ اُس کے خیمے ڈیرے۔ لونڈی غلام۔ نوکر چاکر بہت سے ہوتے ہیں۔ تمام عالموں کا پروردگار تو ان سے بالاتر ہے۔ یہ سب اُس کے بندے ہیں (تو چاہیئے کہ اُس کا رسول اور اُس کا پیغامبر تو بہت بڑی شان اور سامان کا ہو) تو اے عبداللہ! خدا تعالےٰ بہت بڑا صاحبِ تدبیر و حکمت ہے۔ وہ تمہارے خیال اور گمان کے بموجب عملداری نہیں کرتا۔ نہ اُسے تمہاری نکتہ چینیوں کی پرواہ ہے بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو مناسب سمجھتا ہے حکم دیتا ہے اور اس کا ہر فعل قابلِ تعریف ہے۔ اُس نے اپنے نبیؐ کو اس لئے مبعوث کیا ہے کہ لوگوں کو اُن کے دین کی تعلیم دے اور اُنکو اُن کے پروردگار کی طرف بلائے۔ اور رات اور دن کی کُل ساعتوں میں اپنی ذات کو اسی کام کے لئے وقف رکھے۔ اگر اُس کا کوئی بڑا سا محل اور قلعہ ہوتا جس کے اندر وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتا اور لونڈی غلام۔ نوکر چاکر اُس کی خدمت میں اور پہرے پر ہوتے تو بتاؤ رسالت بیکار ہوتی یا نہیں۔ اور معاملاتِ ہدایت کھٹائی میں پڑجاتے یا نہیں۔ کیا تم بادشاہانِ دنیا کو نہیں دیکھتے کہ جب وہ پردہ میں بیٹھے ہوتے ہیں تو کیسی کیسی بُرائیاں پھیلتی رہتی ہیں جن کی اُن کو خاک بھی خبر نہیں ہوتی۔ اے عبداللہ! اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنی رسالت پر مبعوث فرمایا۔ ایسی حالت میں کہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے تاکہ تم اُس کی قوت و قدرت کو پہچان لو اور یہ بھی سمجھ لو کہ وہ اپنے رسولؐ کی اس طرح سے مدد کررہا ہے کہ تم اُسے قتل نہیں کرسکتے اور نہ اُس کو کارِ رسالت سے باز رکھ سکتے ہو۔ اس میں اُس کی قدرت کا اور تمہارے عاجز ہونے کا زیادہ کھُلا ثبوت ہے اور آگے چل کر وہ مجھے تمہارے اوپر ایسی فتح دیگا کہ میں اپنے اختیار سے تم کو باسانی قتل بھی کروں گا اور قید بھی۔ پھر مجھے تمہارے شہروں پر بھی مظفر و منصور فرمائیگا اور میرے ساتھ ایمان لانے والوں کو بھی تم پر اور تمہارے دین سے موافقت رکھنے والوں پر غالب فرمادیگا کہ تم کو اُن شہروں سے نکال باہر کرینگے۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب رہا تیرا یہ قول کہ اگر تم نبی ہوتے تو تمہاری اردلی میں کوئی

فرشتہ ہوتا جو تمہاری تصدیق کرتا اور ہم بھی اُس کو دیکھتے بلکہ اُسے یہ منظور ہوتا کہ ہمارے پاس کسی نبی کو بھیجے تو کسی فرشتہ ہی کو ہمارے پاس کیوں نہ بھیج دیتا ہم جیسے ایک آدمی کو کیوں بھیجتا۔ تو فرشتہ کو تو تمہارے ظاہری حواس محسوس ہی نہیں کر سکتے اس لئے کہ وہ قسیم ہوا سے ہے دیکھنے کی چیز نہیں ہے۔ اور اگر تم اس طرح سے دیکھ سکتے کہ تمہاری بصارت کی قوت بڑھا دی جاتی تو تم یہ کہتے کہ یہ تو فرشتہ نہیں ہے۔ یہ تو بشر ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی تمہارے لئے بشر ہی کی صورت میں ظاہر ہوتا۔ تاکہ تم کو اُس سے اُلفت ہوتی کہ تم اُس کی بات سمجھ سکو اور اُس کے مطلب اور مراد کو پاؤ۔ پھر تم اُس کے فرشتہ ہونے کو کیونکر سچ سمجھتے اور یہ کیونکر جانتے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہ برحق ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے بشر ہی کو رسول بنا کر بھیجا۔ اور اُس کے ہاتھوں پر ایسے معجزے ظاہر کئے جو بشر کے اختیارات سے باہر ہیں اور تمہارے دل اس بات کو جانے ہوئے ہیں۔ پس اُن معجزات کو دیکھکر چونکہ تم نے اپنے آپ کو عاجز سمجھ لیا اسی سے ثابت ہو گیا کہ وہ معجزہ ہیں اور اُس بشر کی سچائی پر خدا کی طرف سے شہادت۔ اب اگر فرشتہ ظاہر ہوا ہوتا اور اُس کے ہاتھ سے ایسی چیزیں ظاہر ہوتیں جن سے بشر عاجز ہے تو تم اُسے معجزہ نہ سمجھتے اس لئے کہ اُس سے تم یہ کیونکر سمجھتے کہ جو کچھ اُس نے کیا ہے اُس سے اُس کے ہم جنس فرشتے عاجز ہیں۔ اور اپنی طبائع اور اختیارات سے ایسا نہیں کر سکتے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ پرندے اُڑتے ہیں تو یہ اُن کا کوئی معجزہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اُڑنے کا فعل اُن کے ہم جنس اور پرندوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور اگر کوئی آدمی پرندوں کی طرح اُڑے تو یہ ضرور اُس کا معجزہ ہوگا۔ پس خدا تعالےٰ نے تو معاملہ کو تمہارے لئے آسان کیا ہے اور اپنا رسول تم ہی جیسے آدمی کو قرار دیا ہے تاکہ تم پر اُس کی حجت قائم ہو جائے اور تم اعتراض کر کے ایسا سخت معاملہ پیش کرتے ہو جس میں کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ جو تو نے کہا کہ تم جادو کے مارے ہوئے ہو۔ تو میں ایسا کیونکر ہو سکتا ہوں حالانکہ تم سب اچھی طرح جانتے ہو کہ میری عقل اور قوت تمیز تم سب سے بالاتر ہے۔ جس وقت سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اُس وقت سے لیکر چالیس برس کے سن تک آیا تم نے مجھ میں کوئی لغو بات۔ کوئی بیہودہ کام۔ کوئی جھوٹ کوئی خیانت۔ کوئی قول کی غلطی۔ کوئی رائے کی خامی تجربہ سے پائی ہے ہرگز نہیں پائی۔ تو کیا تم گمان کر سکتے ہو کہ کوئی شخص اتنی مدت تک خطا اور لغزش سے اپنی ہی ذاتی قوت سے محفوظ رہ سکتا ہے یا اُس کے لئے منجانب اللہ عصمت درکار ہے اسی لئے تو خدا نے

تعالے فرماتا ہے۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا (دیکھو صفحہ ۲۶۵ سطر ۱۰) مطلب یہ ہے کہ اپنے جھوٹے دعووں کے ثابت کرنے کے لئے تمہارے برخلاف کوئی حجّت قائم کرنے کی راہ نہیں پاتے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب رہا تمہارا یہ قول کہ یہ قرآنِ مجید ان دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا یعنی مکّہ کے ولید ابن مغیرہ پر یا طائف کے عروہ ابن مسعود ثقفی پر تو خدا تعالےٰ کی نظر میں مالِ دنیا کی عزّت وعظمت ایسی نہیں ہے جیسی کہ تمہاری نظر میں اگر خدا کے نزدیک ساری دنیا کی قدر وقیمت ایک پرِ پشّہ کے برابر بھی ہوتی تو اپنے مخالف کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پینے دیتا اور خدا کے عطیّات ہمارے ہاتھ نہیں ہیں بلکہ وہ رحمتوں کا تقسیم کرنے والا خود ہے اور اپنے لونڈی غلاموں میں جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے عملدرآمد خود فرماتا ہے۔ اُس کو کسی سے اس قسم کا خوف واندیشہ نہیں ہے جس طرح سے تم کسی سے اُس کے مال کے سبب سے ڈرتے ہو یا کسی سے اُس کے حال کے سبب سے اسی سبب سے تم اُس کو نبی بنانا چاہتے ہو۔ خدا تعالےٰ کو نہ کسی کے مال کے سبب سے کوئی لالچ ہے نہ حال کے سبب سے جیسا کہ تم کو طمع دامنگیر ہے کہ وہ اُس کو اُس لالچ کے سبب سے نبوّت کی عزّت بخشدے۔ نہ اُس کو کسی سے خواہشِ نفسانی کی کوئی محبّت ہے جیسا کہ تم کو محبّت ہوتی ہے کہ اُس کی وجہ سے تم غیر مستحق کو مقدم کر دیتے ہو۔ اُس کا تو کل معاملہ عدل پر مبنی ہے۔ بس وہ دین کے افضل رُتبہ پر۔ اُسی کو مامور فرماتا ہے جو اُس کی طاعت وعبادت میں افضل رتبہ رکھتا ہو اور عزّت وجلال میں اُسی کو بڑھاتا ہے جو اُس کی خدمت میں اجلّ واکرم ہو اور اسی طرح مراتبِ دین میں اُس شخص کو سب سے آخر کر دیتا ہے۔ جو اُس کی طاعت وعبادت میں سب سے زیادہ سُست ہو۔ اور جب اُس کی یہ صفت ہے تو نہ وہ مال کی طرف نظر فرماتا ہے نہ حال کی طرف۔ بلکہ یہ مال ہے تو اور یہ حال ہے تو سب اُس کی مہربانی سے ہے اور خدا کے ذمّہ اُس کے کسی بندہ کی طرف سے کوئی امر لازم نہیں ہوسکتا۔ پس اُس سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ تو نے فلاں بندہ کو مال عطا فرمایا ہے تو یہ بھی لازم ہے کہ اب اُسے نبوّت بھی عطا فرمادے۔ کیونکہ نہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ اُس کے خلافِ منشاء اُس پر جبر کرسکے نہ یہی لازم ہے کہ ایک مہربانی فرمائے تو دوسری مہربانی بھی ضرور کرے۔ کیوں عبداللہ! کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ایک شخص کو تو کیسا مالدار بنایا ہے اور اُس کے ساتھ ہی بدصورت اور دوسرے شخص کو کیسا خوبصورت بنایا ہے اور اُس کے ساتھ ہی فقیر۔ اور ایک شخص کو کس طرح شرف بخشا ہے۔

اور ساتھ ہی فقیر کیا ہے اور ایک شخص کو کیسی دولت بخشی ہے اور ساتھ ہی اُس کے کمینہ بنایا ہے۔ پھر نہ تو دولتمند کو یہ منصب ہے کہ وہ یہ عرض کرسکے کہ میری دولت کے ساتھ فلاں شخص کی خوبصورتی کیوں نہ عطا کی گئی۔ نہ خوبصورت کی یہ مجال ہے کہ وہ یہ عرض کرے کہ میرے حُسن کے ساتھ فلاں کی دولت مجھے کیوں نہ دے دی گئی۔ نہ شریف کی یہ قدرت کہ وہ یہ عرض کرسکے کہ میری شرافت کے ساتھ فلاں کی دولت کیوں نہ عطا ہوئی اور نہ کمین کی یہ حیثیت کہ وہ یہ عرض کرے کہ میری دولت کے ساتھ فلاں شخص کی شرافت کیوں نہ بخشی گئی بلکہ اختیار بالکل خدا کو ہے وہ جو چاہے کرے اور جس طرح چاہے نعمتیں تقسیم فرمائے۔ اُس کے کُل افعال حکمت کے مطابق ہیں اور اُس کے اعمال میں کوئی گرفت نہیں ہوسکتی اسی لئے اُس نے تم لوگوں کے سوال وجواب میں لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (دیکھو صفحہ ۴۶۰ سطر ۵) ارشاد فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دیکھو صفحہ ۴۶۰ سطر ۶) مطلب یہ ہے کہ ہم نے ایک کو دوسرے کا محتاج بنادیا ہے مثلاً اُس کو اِس کے مال کی احتیاج ہے اور اِسے اُس کی چیز کی یا اُس کی خدمت کی۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ بڑے سے بڑا بادشاہ اور بڑے سے بڑا دولتمند بعض چیزوں میں غریب سے غریب کا محتاج ہوتا ہے یا تو کسی چیز کا جو اُس کے پاس نہیں ہوتی یا کسی فن کا جو وہ نہیں جانتا یا خدمت کا جس سے اُس کی آسایش کی چیزیں مہیا ہوتی ہیں جس سے وہ مستغنی ہو ہی نہیں سکتا یا انواعِ علوم و فنون کا جن کی اُسے احتیاج ہوتی ہے کہ وہ غریب سے فائدہ اُٹھائے۔ پس جس طرح یہ غریب اُس بادشاہ یا دولتمند کے مال کا محتاج ہے اُسی طرح یہ بادشاہ اُس غریب کے علم کا یا اُس کی رائے کا یا اُس کی معرفت کا محتاج ہوتا ہے۔ اب اس بادشاہ کو یہ منزلت حاصل نہیں کہ وہ یہ عرض کرسکے کہ میرے مال کے باوجود مجھے اِس غریب کا علم بھی کیوں نہ دے دیا گیا۔ نہ اُس غریب کے لئے موزوں ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ جیسی مجھے رائے عطا کی گئی ہے۔ علم دیا گیا ہے اور فنونِ حکمت میں دسترس حاصل ہے ایسے ہی مجھے اِس بادشاہ کا یا دولتمند کا مال بھی کیوں نہ دے دیا گیا۔ پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ! یہ جو تو نے کہا ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا الخ تو اِس میں تو نے تمام عالموں کے پروردگار کے رسول پر ایسی چیزوں کی نکتہ چینی کی ہے کہ ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ اگر محمدؐ ان کا اظہار بھی کردے تو وہ نبوت کی دلیل ہی نہیں ہوسکتیں اور رسول اللہ کی شان اِس سے ارفع و

اعلیٰ ہے کہ جاہلوں کے جہل سے فائدہ اُٹھا کر اُن پر ایسی بات سے حجت قائم کرے جو فی الحقیقت کوئی حجت ہی نہ ہو اور ان میں سے بعض باتیں ایسی بھی ہیں کہ اگر رسولؐ اُن کو ظاہر کر دے تو اُن کے ساتھ تیری ہلاکت بھی یقینی ہے حالانکہ رسول کا کام یہ ہے کہ ایسی دلیلیں اور ایسی حجتیں پیش کرے جن سے اللہ کے بندوں پر ایمان لانا لازم ہو جائے تاکہ وہ ہلاکتِ ابدی سے محفوظ رہیں۔ حالانکہ اے عبداللہ! تُو نے اپنی ہلاکت اپنی نادانی سے خود چاہی۔ حالانکہ تمام عالموں کا پروردگار اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحیم ہے اور اُن کی مصلحتوں سے بہت زیادہ واقف ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ اُن کے اعتراضوں کے سبب اُن کو ہلاک کر دے۔ اور اُن میں سے بعض باتیں ایسی بھی ہیں کہ وہ محال ہیں نہ اُن کا ہونا صحیح ہے نہ جائز اور پروردگارِ عالم کا رسول اُن کو خوب پہچانتا ہے وہ تیرے تمام عذر قطع کر دیگا اور مخالفت کی راہیں تجھ پر بند کر دیگا اور تجھے اس بات پر مجبور کر دے گا کہ تو اللہ کی حجتوں کی تصدیق کرے۔ تیرے لئے کوئی گریز کا موقعہ اور بھاگنے کی جگہ نہ رہیگی اور اُن میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کی بابت تجھے اقرار کرنا پڑیگا کہ تو اُن باتوں میں سرکش کینہ توز ہے نہ کسی حجت کو قبول کرتا ہے نہ کسی دلیل کو کان دگا کر سُنتا ہے۔ پس جو شخص ایسا ہو اُس کا علاج یہی ہے کہ آسمان سے اُس پر عذاب نازل ہو یا جہنم میں اللہ تعالےٰ اُس کو پہنچا دے یا اپنے دوستوں کی تلواروں سے اُس کو سزا دے۔ ہاں اے عبداللہ! یہ جو تُو نے کہا کہ ہم تو آپ پر ایمان لائینگے نہیں جب تک کہ آپ اسی مکہ میں زمین سے ایک چشمہ جاری نہ کر دیں اس لئے کہ اُس کی زمین پتھریلی چٹانوں والی اور پہاڑی ہے اس زمین کو آپ کاٹیں اور کھودیں اور چشمے بہائیں۔ اس لئے کہ ہم کو اُن کی ضرورت ہے۔ پس تیرا یہ سوال کرنا اس بنا پر ہے کہ تو خدائی دلیلوں کو جانتا ہی نہیں۔ بھلا خیال تو کر کہ اگر میں ایسا کروں تو کیا اس کے سبب سے میں نبی ہو جاؤنگا۔ کیا تو اس باب میں غور نہیں کرتا کہ طائف میں تیرے باغات موجود ہیں۔ کیا وہاں ایسی پتھریلی اور خراب زمینیں نہیں ہیں جن کو تو نے درست کیا اور نرم کیا اور اُن کو کھود کھاد کر چشمے جاری کئے ہیں۔ اور وہ چشمے تو نے ہی پہاڑوں میں سے نکالے ہیں۔

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی ہاں ضرور ہے۔

جنابِ رسولِ خدا۔ اور جیسا تو نے کیا ہے ایسے ہی طائف میں لوگوں نے بھی چشمے بہائے اور باغ دگائے ہیں۔

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی ہاں دگائے ہیں۔

جنابِ رسولِ خدا۔ تو کیا ان چشموں کے بہانے سے اور ان باغوں کے دگانے سے تو اور وہ

نبی بن گئے؟

عبداللہ ابن ابی امیہ۔ جی نہیں تو۔

جناب رسولِ خدا۔ پس اسی طرح اگر محمدؐ بھی مکہ میں چشمے ظاہر کردے اور باغ لگادے تو یہ اس کی نبوت کی دلیل نہیں ہوسکتی بلکہ یہ تو ایسی بات ہوگی جیسے تو یہ کہدے کہ ہم تو ایمان لائینگے نہیں جب تک کہ آپ کھڑے ہوکر زمین پر نہ چلیں یا جب تک کہ آپ کھانا نہ کھائیں جیسے کہ اور لوگ کھاتے ہیں۔ اب رہا تیرا یہ قول کہ "اَنْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ" (دیکھو صفحہ ۴۶۴ سطر ۹) کہ آپ خود بھی اُس میں سے کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۔ تو آیا طائف میں خود تیرے اور تیرے یاروں کے کھجوروں کے اور انگوروں کے باغ ہیں یا نہیں جن میں سے تم خود بھی کھاتے ہو اور اوروں کو بھی کھلاتے ہو اور اُن کے اندر اندر تم نے ندیاں بھی بہا رکھی ہیں تو آیا اُن کے سبب سے تم نبی ہوگئے؟

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی نہیں تو

جناب رسولِ خدا۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ تم اللہ کے رسول پر نکتہ چینی کرنے میں ایسی باتیں پیش کرتے ہو کہ اگر تمہاری نکتہ چینی کے موجب وہ باتیں ہو جائیں تو اللہ کے رسول کی سچائی پر دلالت نہ کریں بلکہ اگر وہ ایسا کرے تو اُس کا ایسا کرنا اُس کے کذب پر دلالت کرے اس لئے کہ اِن باتوں سے تو کوئی حجت نہیں قائم ہوتی۔ بلکہ کمزور عقل والوں کو دھوکا دیکر اُن کو اُن کے دین سے اور عقل سے ہٹایا جاسکتا ہے اور پروردگار کے رسول کی شان ایسا کرنے سے اجل و ارفع ہے۔ پھر جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے عبداللہ! رہا تیرا یہ قول "اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا" (دیکھو صفحہ ۴۶۴ سطر ۱۰) اور اس کی تائید میں تو نے خدا تعالےٰ کا یہ قول بھی بیان کیا: "وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ۝" (دیکھو صفحہ ۵۳۸ سطر ۱۰) تو آسمان کے تم پر گرنے میں تو تمہاری ہلاکت اور تمہاری موت (یقینی) ہے اور اللہ کے رسول سے تم ایسا چاہتے ہو کہ وہ تم کو ہلاک کردے۔ حالانکہ تمام عالموں کے پروردگار کا رسول تو تم پر خود تم سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ وہ تمہاری ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ وہ تو تم پر اللہ کی حجتیں قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور اللہ کی حجتیں کچھ اُس نبی کے لئے بندوں کے اعتراضات اور نکتہ چینیوں کے موافق نہیں ہوتیں۔ اس لئے کہ بندے تو جاہل ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ خوبی کس میں ہے اور خرابی کس میں ہے اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ خوبی کے لئے کیا کیا امور موزوں ہیں اور کیا کیا ناموزوں ہیں اسی وجہ سے اُن کی نکتہ چینیاں مختلف اور اُن

کے اعتراضات ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں یہانتک کہ اُن کا واقع ہونا ہی محال ہو جاتا ہے۔ اگر بندوں کے اعتراضات کی طرف توجہ کی جائے تو جیسے تیرا یہ اعتراض ہے کہ آسمان تم پر کیوں نہیں گرتا ممکن ہے کہ دوسرا تمہارا بھائی یہ اعتراض کرے کہ آسمان تو تم پر نہ گرے بلکہ زمین آسمان تک اٹھائی جائے اور آسمان پر جا گرے۔ تو ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے کی مخالفت ہوئی اور ایسا ہونا محال ہے اس لئے کہ خدا تعالےٰ اپنی تدبیریں ایسے انداز پر نہیں چلاتا کہ جس سے محال لازم آئے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے عبد اللہ! کبھی تو نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کوئی طبیب بیماروں کی نکتہ چینیوں اور اُن کے اعتراضات کے بموجب اُن کے علاج کرتا ہو بلکہ طبیب تو اُس کے بموجب عمل کرے گا جس میں وہ بیمار کی بہتری سمجھے خواہ بیمار کو وہ بات پسند ہو یا ناپسند۔ پس تم لوگ مریض اور خدا تعالےٰ تمہارا طبیب ہے۔ اب اگر تم اُس کے علاج کو مانو گے تو وہ تم کو شفا بخشے گا اور اگر تم سرکشی کرو گے تو وہ تم کو تمہاری بیماری کی حالت میں چھوڑ دیگا۔ اور اے عبد اللہ! کبھی تو نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص کے برخلاف اپنے حق کا دعوےٰ کیا ہو تو حکام میں سے کسی حاکم نے مدعی کو اس پر مجبور کیا ہو کہ مدعا علیہ کی نکتہ چینیوں کی موجب اپنا ثبوت دے۔ کیونکہ اگر ایسی صورت ہو تو نہ کسی کا دعوےٰ کسی کے برخلاف ثابت ہو سکے اور نہ کسی کا حق کسی کے ذمہ نکلے۔ اور نہ ظالم و مظلوم کے مابین کوئی فرق ثابت ہو اور نہ سچے اور جھوٹے کے درمیان کوئی تمیز ہو سکے۔ پھر فرمایا کہ اے عبد اللہ! اب رہا تیرا یہ قول اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ؕ (صفحہ ۴۶۴ سطر ۱۱) مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے مقابل ہوں اور ہم اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں تو یہ سوال ایسا محال ہے کہ اس کا محال ہونا کسی سے چھپا نہیں۔ بیشک میرا پروردگار بزرگ و برتر مخلوق کی مانند نہیں ہے جو کہیں آئے اور جائے اور حرکت کرے اور کسی چیز کے سامنے ہو کہ کہیں لایا جا سکے۔ یہ تو تم نے محال کا سوال کیا اور جو کچھ تم نے چاہا ہے تو تمہارے بتوں کی حالت ہے۔ جو کمزور ہیں اور ناقص۔ نہ سنتے ہیں۔ نہ دیکھتے ہیں۔ نہ کچھ جانتے ہیں نہ تمہارے یا کسی اور کے کچھ کام آ سکتے ہیں۔ کیوں عبد اللہ! کیا طائف میں تیری زمین اور تیرے باغات نہیں ہیں؟ اور کیا مکہ میں تیری جائداد نہیں ہے اور تیرے کارندے وہاں نہیں رہتے۔

عبد اللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی کیوں نہیں! کارندے بھی رہتے ہیں۔

جنابِ رسولِ خدا۔ تو کیا تو اُن سب کی نگرانی اور بہین وین اپنی ذات ہی سے کرتا ہے یا

تیرے اور تیرے کاشتکاروں اور اجارہ داروں کے باہمی معاملات کارندوں اور مختاروں کے ذریعے سے طے ہوتے ہیں۔

عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی۔ جی کارندوں اور مختاروں ہی کے ذریعے سے طے ہوتے ہیں۔

جنابِ رسولِ خدا۔ آیا تیری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اگر تیرے کاشتکار اور تیرے اجارہ دار اور تیرے غلام تیرے کارندوں اور مختاروں سے یہ کہدیں کہ ہم تو تمہاری مختاری اور کارندہ گری کو سچا نہیں سمجھتے جب تک کہ تم عبداللہ ابن ابی امیہ کو ہمارے سامنے نہ لاؤ کہ ہم خود اُس کو دیکھیں اور جو کچھ تم کہتے ہو ہم خود اُس کی زبان سے سُنیں تو آیا تجھے اُن کا یہ کہنا گوارا ہوگا۔ اور آیا تو اُن کے لئے اس بات کا جائزہ رکھیگا؟

عبداللہ بن ابی امیہ۔ ہرگز نہیں۔

جنابِ رسولِ خدا۔ تو بھلا ایسے موقع پر تیرے مختاروں اور کارندوں کے ذمّہ کیا بات لازم ہے یہی ناکہ تیری طرف سے اُن کے سامنے کوئی صحیح نشانی پیش کردیں جو اُن کی سچائی پر دلالت کرتی ہو؛

عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی۔ بیشک یہی ہے۔

جنابِ رسولِ خدا۔ کیوں عبداللہ! کیا تیرے مختار کے لئے جب وہ تیری رعایا سے اس قسم کی باتیں سُنیں یہ زیبا ہے کہ وہ تیرے پاس پلٹ کر آئے اور تجھ سے یہ کہے کہ اُٹھ کر سیدھا میرے ساتھ چل اس لئے کہ تیری رعایا نے تیرے نہ آنے پر اعتراض کیا ہے تو آیا اُس کا ایسا کہنا تیری طبیعت کے مخالف نہ ہوگا۔ اور تو اُس سے یہ نہ کہیگا کہ تو میرا مختار ہے نہ مشیر کار اور نہ تو مجھ پر حکم چلانے والا ہے (کہ اس طرح کی باتیں بناتا اور حکم چلاتا ہے)۔

عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی۔ جی ہاں ضرور ایسا ہی کہوں گا۔

جنابِ رسولِ خدا۔ پھر تو پروردگارِ عالم کے رسولؐ کے برخلاف ویسے ہی اعتراضات کیوں پیش کرتا ہے جو اپنے اجارہ داروں اور کاشتکاروں کے لئے جائز نہیں رکھتا کہ وہ تیرے کارندہ اور مختار کے مقابل پیش کریں۔ تو نے پروردگارِ عالم کے رسولؐ سے یہ کیسے چاہا کہ وہ اپنے پروردگار کی اس طرح اہانت کرے کہ اُس کے اوپر حکم چلائے یا کسی قسم کی اُس کو ممانعت کرے حالانکہ تو اپنے کارندوں اور مختاروں کے لئے ایسی ہی بات خود اپنے بارے میں جائز نہیں سمجھتا۔ اب جو کچھ تو نے نکتہ چینیاں کیں اور ایمان نہ لانے کی وجوہ بیان کیں اُن سب کے باطل کرنے کے لئے یہ قطعی حجتیں ہیں اور اے عبداللہ! اب رہا تیرا یہ قول "اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ" (صفحہ ۴۶۵ سطر ۱) زخرف سے مراد ہے سونا

تو آیا تجھے یہ اطلاع نہیں ملی کہ عزیزِ مصر کے کتنے مکان سونے کے ہیں؟
عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی ہاں ملی ہے۔
جنابِ رسولِ خدا۔ تو آیا اُن سونے کے مکانوں کے سبب سے وہ نبی ہوگیا؟
عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی نبی تو نہیں ہوا۔
جنابِ رسولِ خدا۔ تو اسی طرح محمد کے لئے بھی سونے کے مکان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور محمد خدائی دلیلوں کے ہوتے تیری جہالت سے کوئی فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے۔ اور اے عبداللہ اب رہا تیرا یہ قول" اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ" اور پھر تونے یہ کہا" وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ" (صفحہ ۴۶۵ سطر ۲) تو اے عبداللہ! آسمان کی طرف چڑھنا اُس سے اُترنے کی نسبت زیادہ دشوار ہے اور تو خود اس کا مقر ہو چکا کہ چڑھنے پر تو ایمان لائیگا نہیں تو ایسا ہی اُترآنے کی نسبت سمجھنا چاہیئے پھر جو تونے یہ کہا "حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ" اور اس کے بعد یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اس پر بھی میں آپ پر ایمان لاؤنگا یا نہ لاؤنگا تو اس سے اے عبداللہ تونے کھلم کھلا اقرار کیا کہ تجھ پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے تو بھی تو عناد برتتا رہیگا تو تیرا کوئی علاج اس کے سوا نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء میں سے خواہ وہ بشر سے ہو یا فرشتگانِ عذاب سے کسی نہ کسی کے ہاتھوں تجھے سزا دلوائے۔ اور تجھ پر تو اُس نے تیرے تمام اعتراضات کو باطل کرنے کے لئے ایک جامع بات نازل فرما دی۔ چنانچہ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے رسول تم یہ کہدو "سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا" (صفحہ ۴۶۵ سطر ۲) میرے پروردگار کی شان اس سے کہیں زیادہ عظیم و رفیع ہے کہ جاہلوں کے جائز اور ناجائز اعتراضات کے بموجب کسی بات کا صدور فرمائے۔ اور میں تو ایک آدمی ہوں کہ جس کو اُس نے رسول بنا کر بھیجا۔ میرے ذمّہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ جو حجتیں اللہ تعالےٰ نے مجھے عطا فرمائی ہیں وہ میں اُس کے بندوں پر قائم کر دوں۔ میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اپنے پروردگار پر کوئی حکم چلاؤں۔ نہ یہ کہ میں کسی بات سے اُسے منع کروں اور نہ یہ کہ میں اُس کو مشورہ دوں ورنہ میں بھی اُس ایلچی کی مانند سمجھا جاؤنگا۔ جس کو کسی بادشاہ نے اپنی ایک مخالف قوم کے پاس بھیجا تھا اور وہ اُن کے پاس سے پلٹ کر اپنے بادشاہ کے پاس آیا تو اس پر یہ حکم چلاتا ہوا آیا کہ ان لوگوں کے جو جو کچھ اعتراض ہیں آپ اُس کے بموجب کیوں نہیں کرتے (اور ایسا حکم چلانے کے عوض میں بادشاہ نے اُس کی خوب گوشمالی کی تھی)
عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی کی یہ گفتگو ختم ہوئی تھی کہ ابوجہل ملعون نے دخل در معقولات کے

طور پر گفتگو شروع کر دی۔ اُس سے جو کچھ باتیں ہوئیں وہ بھی ذیل میں اسی پیرایہ میں درج کی جاتی ہیں۔

ابوجہل۔اے محمدؐ بات تو ایک ہی سی ہے کیا تم نے یہ گمان نہیں کیا کہ موسےٰ علیہ السلام کی قوم نے جب اُن سے یہ سوال کیا کہ آپ ہمیں خدا کو کھلم کھُلا دکھلا دیں۔ تو وہ لوگ اسی وقت بجلی کے گرنے سے جل گئے۔ اگر آپ نبی ہوتے تو ہم بھی اُسی طرح کبھی کے جل گئے ہوتے۔ اس لئے کہ ہم نے تو آپ سے اُس سے زیادہ سخت سوال کیا۔ جیسا کہ موسےٰ علیہ السلام کی قوم نے خود موسےٰ علیہ السلام سے کیا تھا اس لئے کہ اُنہوں نے تو اتنا ہی کہا تھا کہ آپ اللہ کو ہمیں کھُلم کھُلا دکھلا دیں (اور وہ موسےٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے) اور ہم نے تو یہ کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائینگے جب تک کہ آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے نہ لے آئیں کہ ہم اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

جنابِ رسولِ خدا۔اے ابوجہل! کیا تجھ کو ابراہیمؑ خلیل اللہ کا قِصّہ معلوم نہیں جبکہ آسمان و زمین کے سلطنتوں کے حجاب اُن کے لئے اُٹھا دئے گئے تھے اور یہ خدا تعالےٰ کے اس قول سے ثابت ہے "وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝" (صفحہ ۲۱۷ سطر ۵) یہ اس طرح ہُوا کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کی بصارت بھی قوی کر دی اور اُن کو آسمان کے نیچے ایک حد تک بلند کیا تا کہ ساری زمین پر نظر ڈالیں اور جو اُس میں کھُلے اور چھُپے ہیں اُن سب کو دیکھیں۔ بس اُن کی نظر ایک مرد اور ایک عورت پر پڑی جو فحش میں مبتلا تھے۔ اُن دونوں کی ہلاکت کے لئے دعا کی۔ وہ دونوں ہلاک ہو گئے۔ پھر اَور دو کو اسی طرح دیکھا اُن کی ہلاکت کے لئے بھی دعا کی وہ بھی ہلاک ہو گئے۔ پھر اَور دو کو ایسی ہی حالت میں دیکھا اُن کے لئے بھی بددعا کی وہ بھی ہلاک ہو گئے پھر اور دو کو دیکھا اُن کے لئے بددعا کا قصد کیا ہی تھا کہ خدا تعالےٰ نے اُن کے لئے وحی فرمائی کہ "اے ابراہیمؑ! بس کرو۔ میرے غلام اور لونڈیوں کے خلاف اپنی بددعا کو روکو میں بڑا رحم کرنے والا بڑا حکم چلانے والا اور بڑا بُردبار خدا ہوں۔ میرے بندوں کے گناہ مجھے اُسی طرح کوئی نقصان نہیں پہنچاتے جیسے کہ اُن کی اطاعت مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ میں اُن کا انتظام اس طرح نہیں کرتا کہ ہر دم بھڑکتا ہُوا غصہ اُنہی پر اُتارا کروں جیسا کہ تم انتظام کر رہے ہو۔ بس اب تم میرے بندوں اور کنیزوں کے لئے بددعا مت کرنا اس لئے کہ تم صرف ایک ڈرانیوالے بندے ہو نہ تم میری سلطنت میں میرے ساجھی ہو اور نہ مجھ پر اور میرے بندوں پر نگراں ہو۔ اب رہے میرے بندے اُن سے

میرا معاملہ تین طرح میں سے کسی ایک طرح پر ہوتا ہے یا تو وہ میری حضور میں توبہ کر لیتے ہیں تو میں اُن کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور اُن کے گناہ بخش دیتا ہوں اور اُن کے عیوب پر پردہ ڈال دیتا ہوں یا (اگر توبہ نہیں کرتے تو) میں اپنا عذاب اُن سے روکے رکھتا ہوں۔ اس علم کے سبب کہ اُن کے صلب سے مومن اولاد پیدا ہونے والی ہے۔ پس میں اُن نافرمان باپوں کے ساتھ ملائمت کا برتاؤ کرتا ہوں اور ڈھیل دیتا ہوں اس طرح کہ عذاب کو اُن سے برطرف رکھتا ہوں کہ وہ مومن اُن کے صلب سے پیدا ہو چکے۔ پس جب وہ مومن اُن سے الگ ہو چکتے ہے تب میرا عذاب اُن پر نازل ہوتا ہے اور میری مصیبت اُن کو آگھیرتی ہے۔ اب اگر (یہ دونوں صورتیں نہ ہوں یعنی) نہ یہ ہو نہ وہ تو تیسری صورت یہ ہے کہ (اُن کو ڈھیل اس لئے دیتا ہوں کہ) جو عذاب میں نے اُن کے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کہیں بڑا ہے جو تم اپنی بددعا سے اُن کے لئے مہیا کرانا چاہتے ہو۔ اس لئے کہ میرا تیار کیا ہوا عذاب میری جلالت اور کبریائی کے موافق ہوگا۔ سوا ے ابراہیمؑ! تم میرے معاملہ میں اور میرے بندوں کے معاملہ میں دخل نہ دو۔ اس لئے کہ میں اُن پر تمہاری بہ نسبت کہیں زیادہ مہربان ہوں۔ تم میرے اور میرے بندوں کے معاملے کو یونہی رہنے دو اس لئے کہ میں بڑا حکم چلانے والا۔ بڑا بُردبار۔ بڑا جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہوں۔ میں اپنے معاملات کی تدبیر اپنے علم کے بموجب کرتا ہوں اور اپنی قضا و قدر کو اُن کے معاملات میں مناسب سمجھ کر جاری کرتا ہوں۔ پھر جناب رسولِ خدا نے فرمایا۔ کہ اے ابوجہل! تجھ سے جو خدا نے اس عذاب کو دفع کیا ہے وہ اُس کے اس حکم کی وجہ سے ہے کہ تیرے صلب سے تیرا ایک مسلمان بیٹا عکرمہ نام عنقریب پیدا ہوگا اور وہ مسلمانوں کے ایک حصّہ کا حاکم بھی ہوگا اور جب تک وہ مسلمانوں کی اطاعت کرتا رہیگا خدا تعالےٰ کے نزدیک اُس کا رُتبہ بھی بزرگ رہیگا۔ ورنہ عذاب تجھ پر کبھی کا نازل ہو جاتا اور اسی طرح اور عذاب مانگنے والوں پر بھی اُسی وقت عذاب نازل ہو جاتا جبکہ اُنہوں نے عذاب کا سوال کیا تھا۔ اُن لوگوں کے حق میں اسی لئے تاخیر کی گئی ہے کہ اُن میں سے بعض کی نسبت خدا کو علم ہے کہ وہ عنقریب اُس کے رسولِ محمد (مصطفےٰ) پر ایمان لے آئیں گے اور اس ذریعے سے سعادت حاصل کرینگے تو خدا تعالےٰ اُن کے سعادت کے سامان منقطع نہیں فرماتا اور اس بارے میں اُن کے حق میں بخل نہیں برتتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ اُن سے مومن اولاد پیدا ہونے والی ہے۔ پس وہ باپ کو اس لئے مہلت دیتا ہے کہ اُس سے سعید بیٹا پیدا ہو جائے۔ اگر ایسے ایسے امور مانع نہ ہوتے تو اُن سب پر عذاب نازل ہو چکا ہوتا۔ اور

اے ابوجہل! اب ذرا آسمان کی طرف تو نگاہ اُٹھا کر دیکھ! اب جو نظر اُٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ آسمانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اُن میں سے نکلتی ہوئی آگ اُن عذاب مانگنے والوں کے سر پر ہر ایک کی سیدھ میں ہے اور اتنی قریب ہوگئی ہے کہ شانوں کے مابین اُس کی گرمی محسوس کر رہے ہیں۔ اب تو ابوجہل اور اُن لوگوں کی بوٹی بوٹی کانپنے لگی۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ ہرگز نہ ڈرو اس لئے کہ اللہ تعالے اس سے تم کو ہلاک نہ کریگا۔ یہ تو خدا تعالے نے تمہاری عبرت کے لئے ظاہر کی ہے۔ اب جو اُنہوں نے نظر ڈالی تو دیکھتے کیا ہیں کہ اُن لوگوں کی پُشتوں میں سے نور نکل نکل کے اُس آگ کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کو رفع دفع کر دیتا ہے۔ یہانتک کہ آسمان میں جہاں سے وہ آئی تھی وہیں لوٹ جاتی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ بعض کے نور تو وہ ہیں جو اللہ کے علم میں ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد مجھ پر ایمان لے آئینگے اور بعض کی پاک اولاد کے نور ہیں جسے خدا چاہتا ہے کچھ عرصہ کے بعد وہ اُن صلبوں سے پیدا ہوں گے۔ اور گو یہ لوگ خود ایمان نہ لائیں مگر وہ ایمان لے آئیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیتیں عبداللہ ابن ابی امیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ جو جناب اُمّ المومنین ام سلمہؓ کا بھائی تھا اور خدا تعالے نے اُس کے وہ اقوال نقل فرمائے ہیں جو اُس نے خاص مکہ معظمہ میں جناب رسولِ خدا سے کہے تھے۔ اور یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ بعد ہجرت جب جناب رسولِ خدا (مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوچکے اور) فتح مکہ کے ارادے سے نکلے تو عبداللہ بن ابی امیہ آپ کے استقبال کو آیا اور آنحضرت کو سلام کیا۔ آنحضرت نے اُس کے سلام کا جواب نہ دیا بلکہ اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور اُس سے کوئی بات نہ کی۔ اُس کی بہن جناب اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت کے ساتھ تھیں۔ یہ اُن کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ اے خواہر! آنحضرت نے سب لوگوں کا اسلام تو قبول کیا مگر میرا اسلام رد کر دیا تو کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ میرا اسلام مثل اور لوگوں کے قبول کر لیا جائے؟ (ام المومنینؓ نے فرمایا کہ میں حضرت سے دریافت کئے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتی) جب آنحضرت ام سلمہؓ کے ہاں آئے تو اُنہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ۔ قریش ہوں تو اور عرب ہوں تو حضور کے ذریعہ سے تو سب ہی لوگوں کو سعادت حاصل ہوئی۔ رہ گیا تو ایک میرا (بدنصیب) بھائی کہ حضور نے جہاں اور لوگوں کا اسلام قبول کیا اُس کا اسلام رد فرما دیا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اے اُمّ سلمہؓ! تمہارے بھائی نے میری ایسی تکذیب کی کہ کسی دُوسرے نے

میری ویسی تکذیب ہی نہیں کی۔ وہ وہی تو ہے جس نے مجھ سے یہ کہا تھا "لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ۙ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۙ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۙ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ" (دیکھو صفحہ ۴۶۴ سطر ۲ تا صفحہ ۴۶۵ سطر ۲) حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں کیا آپ نے یہ نہیں ارشاد فرمایا تھا کہ اسلام پہلی سب باتوں کو محو کر دیتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ میں نے ضرور کہا تھا (لیکن اس شخص کے بارے میں تم جیسی کی سفارش کی ضرورت تھی) پھر آنحضرتؐ نے اُس کا اسلام قبول فرما لیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۴۶۹

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اصحابِ کہف ایک ظالم اور سرکش بادشاہ کے زمانہ میں تھے جو اپنی کُل رعایا کو بُتوں کے پوجنے پر مجبور کرتا تھا اور جو اس کا کہنا نہ مانتا تھا اُس کو قتل کر دیتا تھا اور یہ لوگ مومن تھے کہ صرف خدائے عزّ وجلّ کی پرستش کرتے تھے اور اُس بادشاہ نے شہر کے دروازہ پر کچھ آدمی مقرر کر دیئے تھے کہ جو کسی کو شہر سے باہر نہ جانے دیتے تھے جب تک کہ بُتوں کو سجدہ نہ کرے۔ پس یہ لوگ شکار کے بہانے سے نکلے اور راستہ میں اُن کو ایک گڈریا ملا اُسے بھی اُنہوں نے اپنے طریق میں شامل کرنا چاہا وہ چرواہا تو نہ مانا مگر ایک کُتّا اُس کے ساتھ تھا اُس نے اُن کی بات سُن لی اور اُن کے ساتھ ہو گیا۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں چوپایوں میں سے تین ہی جائیں گے۔ ایک بلعم باعورا کا گدھا دوسرا حضرت یوسف علیہ السلام کا گدھا۔ تیسرے اصحابِ کہف کا کُتّا۔ پس یہ اصحابِ کہف شکار کے بہانے سے اُس ظالم بادشاہ کے قانون سے ڈر کر شہر سے نکل کر شام کے وقت ایک غار میں جا چھپے کُتّا بھی اُن کے ہمراہ تھا۔ پس خداوندِ عالم نے نیند اُن پر غالب کر دی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۙ (دیکھو صفحہ ۴۶۹ سطر ۷) اور وہ اتنے عرصہ تک سوتے رہے کہ بادشاہ مع اپنی کُل رعایا کے ہلاک ہو گیا۔ وہ زمانہ ہی بدل گیا دوسرا زمانہ آ گیا۔ نئے آدمی پیدا ہو گئے۔ اُس وقت یہ لوگ بیدار ہوئے۔ آپس میں کہنے لگے بھلا ہم کتنی دیر سوئے ہونگے؟ کسی نے آفتاب بلند دیکھ کر کہا ایک دن سوئے یا دن کا کچھ حصہ۔ پھر اُن لوگوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا بھیس بدل کے بستی میں جاؤ اور اس روپیہ کا کھانا لے آؤ۔ دیکھو خبردار کوئی تم کو پہچان نہ لے کہ اگر انہیں ہمارا حال معلوم ہو جائیگا اور ہم کو شناخت کر لینگے تو یا تو وہ لوگ

ہم سب کو قتل کر ڈالینگے یا ہم کو بجبر اپنے دین میں داخل کر لینگے۔ پس ایک شخص بستی کی طرف گیا اس نے دیکھا نہ تو ویسی بستی ہے جیسی چھوڑی تھی نہ وہاں کے باشندوں کی ویسی صورت ہے۔ نہ وہ لوگ اسے پہچانتے ہیں۔ نہ یہ اُن کو شناخت کر سکتا ہے۔ نہ وہ لوگ اس کی بولی سمجھتے ہیں نہ یہ اُن کی زبان سمجھتا ہے پس اُن لوگوں نے اُس سے پوچھا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ اُس نے اپنا سارا قصہ اُن لوگوں سے بیان کیا۔ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی۔ بادشاہ مع ارکین دولت اُس شخص کے ہمراہ غار پر آیا۔ بادشاہ کے ساتھی غار میں جھانکنے لگے۔ ایک نے کہا یہ تین آدمی ہیں چوتھا کتا ہے۔ دوسرا بولا تین نہیں بلکہ پانچ ہیں۔ چھٹا کتا ہے۔ تیسرے نے کہا سات ہیں آٹھواں کتا ہے بادشاہ نے حکم دیا چونکہ یہ لوگ مؤمن ہیں (غار کا دروازہ بند کر کے) اس غار پر مسجد بنا دو کہ ہم یہاں زیارت کیا کرینگے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں "ہر سال میں دو دفعہ اُن کی کروٹ بدلی جاتی ہے چھ مہینے وہ لوگ داہنی کروٹ پر سوتے ہیں اور چھ مہینے بائیں پہ اور کتا غار کے دروازہ کی طرف ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔

تفسیر برہان میں مناقب ابن شہر آشوب سے بروایت ابن سالم منقول ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں بصرہ میں انس بن مالک صحابی رسولِ خدا کی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ حدیثیں بیان کر رہا تھا۔ مجمع میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر یہ دریافت کیا کہ اے صحابی رسول اللہ! یہ حالت جو میں آپ کی دیکھتا ہوں کیوں ہے؟ اس لئے کہ میرے والد نے جناب رسولِ خدا سے سُنی ہوئی حدیث خود مجھ سے بیان کی آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے کسی مؤمن کا برص و جذام کی بلا میں مبتلا ہی نہیں کرتا۔ ابن سالم کہتے ہیں کہ یہ سُنکر انس بن مالک نے نیچے کو سر جھکا لیا اور اُس کی دونوں آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔ پھر سر اٹھا کر یہ کہا کہ بندۂ صالح علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی بددعا مجھ میں اثر کر گئی۔ ابن سالم کہتے ہیں کہ چاروں طرف سے لوگ اُٹھ اُٹھ کر اُس پہ ہجوم کر کے آئے اور سب یہ کہتے تھے کہ ہاں اے انس ہمیں اس کا سبب سُنا دو۔ انس یہ کہہ رہا تھا۔ کہ مجھے اس سے معاف کرو۔ لوگوں کا یہ اصرار ہوا کہ ہونی نہیں اب تو تم کو یہ قصہ سُنانا ہی پڑے گا۔ انس نے کہا اچھا اچھا اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاؤ اور مجھ سے پورا پورا واقعہ سن لو۔ میرے اس مرض کا سبب علی ابن ابیطالب ہوئے ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں بلادِ مشرق کی طرف سے جسے سندق کہتے ہیں فلاں بستی کا ایک اونی فرش بطور ہدیہ کے لایا گیا۔ آنحضرتؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ سعید۔ عبدالرحمن ابن عوف زہری کو بلا لاؤں۔ چنانچہ میں اُن سب کو بلا لایا اور آنحضرتؐ کے ابن عم علی ابن ابیطالب پہلے ہی سے آنحضرتؐ کے پاس موجود تھے۔ پھر آنحضرتؐ نے اُن سب کو فرش پر بٹھایا پھر مجھ سے فرمایا کہ اے انس تو بھی

(اس پر) بیٹھ جا۔ تاکہ جو کچھ ان سب پر گزرے وہ واقعہ تو مجھ سے بیان کر دے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ ہوا کو حکم دو کہ ہمیں اٹھائے۔ امام اول جناب علی مرتضےٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ہوا ہمیں اٹھا لے یہ فرمانا تھا کہ ہم سب ہوا پر تھے۔ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جاؤ برکت خدا تمہارے ساتھ ہے۔ انس کہتے ہیں کہ جہاں تک خدا کو منظور رہا ہم چلے گئے۔ پھر جناب امیرالمومنین نے فرمایا کہ اے ہوا ہمیں اتار دے۔ یہ فرمانا تھا کہ ہوا نے ہمیں اتار دیا۔ جناب علی مرتضےٰ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ بھلا کچھ جانتے ہو کہ تم لوگ کہاں ہو؟ سب نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول اور علی مرتضےٰ بہتر جانتے ہیں۔ (بھلا ہم کیا جانیں؟) فرمایا اصحاب الکہف و الرقیم کا مقام یہی ہے جن کے بارے میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے "کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا"۔

اے اصحاب رسول! اب اٹھو اور ان کو سلام کرو یہ سنکر ابوبکر و عمر دونوں کود کر کھڑے ہوئے اور بولے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَصْحَابَ الْکَہْفِ وَ الرَّقِیْمِ۔ انس کا بیان ہے کہ ان دونوں کو کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ پھر طلحہ اور زبیر کھڑے ہوئے اور دونوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَصْحَابَ الْکَہْفِ وَ الرَّقِیْمِ۔ مگر ان دونوں کو بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ انس کہتا ہے کہ پھر میں اور عبدالرحمن ابن عوف اٹھے اور میں نے بڑھ کر کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَصْحَابَ الْکَہْفِ وَ الرَّقِیْمِ میں خادم رسول اللہ انس ابن مالک ہوں مگر مجھے بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ (قول **مترجم** سعد وسعید ایسے بے سعادت تھے کہ اس روایت میں انس بن مالک ان کے سلام کرنیکا ذکر بھول گیا۔ یا اوروں کے سلام کا جواب نہ ملنے کے سبب وہ یونہی گھنی سادھ گئے) انس کہتا ہے کہ اس کے بعد ابوالائمہ جناب علی مرتضےٰ خود اٹھے اور ارشاد فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَصْحَابَ الْکَہْفِ وَ الرَّقِیْمِ الَّذِیْنَ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔ (اے غار والو! اور اے کتبہ والو! جو ہماری نشانیوں میں سے عجیب ہو تم پر سلام خدا) انہوں نے فوراً جواب دیا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ یَا وَصِیَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ {اے وصی رسول خدا! آپ پر بھی خدا کا سلام ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں (نازل) ہوں} حضرت نے فرمایا کہ اے اصحاب کہف! تم نے جناب رسول خدا کے صحابیوں کا جواب سلام کیوں نہ دیا؟ انہوں نے عرض کی کہ اے خلیفۂ رسول خدا ہم وہ خاص مؤمن ہیں جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے اور اللہ تعالےٰ نے ہماری توفیق و ہدایت بہت زیادہ فرما دی۔ اب ہم کو اس کا حکم نہیں ہے کہ ہم سوائے نبی یا وصی نبی کے کسی اور کے سلام کا جواب دیں آپ خاتم النبیین کے وصی اور خود سیدالوصیین ہیں (اس لئے آپ کے سلام کا جواب دیا۔ یہ کس کھیت کا بھتوا اور کونسے باغ کی مولی ہیں کہ ہم ان کے سلام کا بھی جواب دیتے) پھر حضرت نے فرمایا کہ کیوں اے اصحاب رسول! تم نے سن لیا۔ سب بولے کہ جی ہاں یا امیرالمومنین سن لیا۔ فرمایا

اچھا تو اپنا اپنا ٹھکانا پکڑو۔ اور اپنی اپنی جگہ سنبھل کر بیٹھ جاؤ۔ انسؓ کا بیان ہے کہ ہم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر حضرتؑ نے حکم دیا کہ اے ہوا ہم کو اٹھالے۔ چنانچہ ہم اٹھا لیے گئے۔ پھر حکم دیا کہ چل وہ چلی) اور جہاں تک اللہ کو منظور ہوا لیئے چلی تا آنکہ سورج ڈوب گیا۔ اُس وقت حضرتؑ نے حکم دیا کہ اے ہوا اب ہمیں اُتار دے (ہوا نے جو اُتارا تو) ہم دیکھتے کیا ہیں کہ ہم ایسی زمین میں ہیں جو رنگت میں تو زعفران سی ہے اور اُس زمین کوئی آبادی وغیرہ نہیں ہے۔ نباتات وہاں کی فقط ستیاناسی ہے اور پانی بھی اُس زمین میں ندارد۔ اس لئے ہم نے عرض کی یا امیرالمومنین نماز کا وقت تو آگیا اور یہاں پانی بھی میسر نہیں جس سے ہم وضو کریں۔ تو حضرتؑ اُٹھے اور اُس زمین کے ایک موقعہ پر گئے اور پائے مبارک سے وہاں ایک ٹھوکر ماردی فوراً میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ فرمایا لو جو چاہتے تھے حاضر ہے۔ اور اگر تم نے نہ مانگا ہوتا تو جبرئیلؑ امین خود ہمارے لئے جنت کا پانی لاتے (**قولِ مترجم** ایسے خوش نصیب ہوتے ہی کیوں؟) انسؓ کا بیان ہے کہ ہم نے وضو کیا اور نمازیں پڑھیں اور حضرتؑ تو اُس وقت تک نماز پڑھتے رہے کہ آدھی رات بھی گزر گئی۔ اُس وقت ارشاد فرمایا کہ اپنا اپنا ٹھکانا پکڑو۔ اب صبح کی نماز پوری یا ادھوری تم لوگ جنابِ رسولِ خدا کے ساتھ جا پڑھوگے۔ پھر حکم دیا کہ اے ہوا! میں اُٹھا۔ اب جو دیکھا تو ہم ہوا میں تھے۔ پھر جس قدر خدا کو منظور ہوا ہم چلتے رہے۔ اب یکایک کیا دیکھتے ہیں کہ ہم جنابِ رسولِ خدا کی مسجد میں ہیں اور آنحضرتؐ نمازِ صبح کی ایک رکعت پڑھ چکے ہیں۔ پس ایک رکعت تو ہم نے حضرتؐ کے ساتھ پڑھی اور ایک اپنی اپنی۔ پھر آنحضرتؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ اے انسؓ لے اب یہ واقعہ تو مجھ سے بیان کریگا یا میں تجھ سے بیان کروں؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! آپ کی زبان مبارک سے زیادہ شیریں معلوم ہوگا۔ انسؓ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے ابتدا سے واقعہ شروع کیا اور انتہا تک اس طرح بیان کر گئے کہ گویا ہمارے ساتھ ہی ساتھ تھے۔ پھر فرمایا اے انسؓ جس وقت میرا بھتیجا تجھ سے یہی واقعہ بطور گواہی کے پوچھیگا تو آیا تو میرے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کے حق میں گواہی دیگا؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں ضرور گواہی دونگا۔ انسؓ کا بیان ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ بن بیٹھا تو جناب امیر علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے ایسے وقت میں کہ میں ابوبکر کے پاس بیٹھا تھا اور لوگ اُس کے ارد گرد تھے۔ اُس وقت مجھ سے فرمایا کہ اے انسؓ! فضیلتِ بساط کی گواہی نہ دوگے اور اُس دن کی گواہی نہ دوگے جس دن چشمہ سے پانی نکلا تھا۔ تو میں نے کہا کہ اے علیؑ میں تو بڑھاپے کی وجہ سے بھول گیا۔ اس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ اے انسؓ بعد اس کے کہ آنحضرتؐ تجھے وصیت فرما چکے تھے اگر تو نے جان بوجھ کر اس گواہی کو چھپایا ہے تو خدا تعالےٰ تیرے چہرے پر سپیدی پیدا کر

دے اور تیرے اندرون میں آگ بھڑکا دے اور دیدے تیرے بیٹھ کر دے۔ پس میں اپنی جگہ سے نہیں اُٹھنے پایا کہ مبروص بھی ہوگیا اور اندھا بھی اور اب میں نہ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھ سکتا ہوں اور نہ کسی اور مہینے کے اس لئے کہ جو کچھ میں کھاتا ہوں وہ میرے پیٹ میں ٹھہرتا ہی نہیں (بھسم ہوا چلا جاتا ہے۔ قصہ تو یہ بیان کر دیا۔ اس کے بعد) انسؓ اسی حال میں رہا یہانتک کہ بصرہ ہی میں مر گیا۔

تفسیر برہان میں بروایت عبدؓاللہ ابن عباس منقول ہے کہ جب عمر ابن خطاب خلافت کا مالک بن بیٹھا تو یہودیوں کے کچھ لوگ مع اپنے علماء کے اُس کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ اے عمر! (جناب) محمدؐ (مصطفےٰ) کے بعد اُن کا ولی امر تو ہی ہے؟ کہنے لگا کہ ہاں میں ہی ہوں انہوں نے کہا کہ ہم تجھ سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتے ہیں اگر وہ تو نے ہم کو ٹھیک ٹھیک بتلا دیں تو ہم داخلِ اسلام ہو جائینگے اور یہ جان لینگے کہ دینِ اسلام برحق ہے اور محمدؐ سچے نبی تھے۔ اور اگر تو نے ہمیں وہ باتیں نہ بتلائیں تو ہم جان لیں گے کہ دینِ اسلام جھوٹا ہے اور یہ کہ محمدؐ (مصطفےٰ) نبی نہ تھے۔ اس پر عمر نے کہا کہ جو تمہارا جی چاہے پوچھو۔ انہوں نے بہت سے مسئلے پوچھے (جن کا ذکر اصل حدیث میں موجود ہے مگر یہاں بنظرِ اختصار ہم نے اُن کا ذکر چھوڑ دیا) راوی کہتا ہے کہ مسئلے سُن کر خلیفہ جی نے اپنا سر جھکا لیا۔ پھر جناب امیر المؤمنین علیؑ ابن ابیطالب کی طرف سر اُٹھا کر خلیفہ جی بولے کہ اے ابوالحسنؑ! جو مسئلے اس وقت دریافت کئے گئے ہیں میں تو اُن کا جواب سوائے آپ کے اور کسی کے پاس دیکھتا نہیں۔ اگر ان کا کوئی جواب ہے تو دیجئے (اسلام کی عزت بچا لیجئے اور) ان سے میرا پیچھا چھڑائیے) جناب امیر المومنین علیہ السلام نے (اسلام پر رحم فرما کر) اُن یہودیوں سے ارشاد فرمایا کہ تم کو جو کچھ پوچھنا ہے وہ مجھ سے پوچھو۔ لیکن جواب دینے سے پہلے میری ایک شرط ہے وہ تم کو ماننی پڑے گی۔ اُنہوں نے دریافت کیا کہ بھلا وہ آپ کی شرط کیا ہے؟ فرمایا جب میں تم کو مطابق اُس کے خبر دے دوں جو تمہاری توریت میں درج ہے تو تم کو ہمارے دین میں داخل ہونا پڑے گا۔ اُنہوں نے عرض کی کہ ہاں یہ منظور! حضرتؑ نے فرمایا کہ اچھا اب تم مجھ سے ایک ایک بات کر کے پوچھتے جاؤ۔ چنانچہ وہ ایک ایک بات پوچھتے تھے اور حضرتؑ جواب دیتے جاتے تھے۔ (اُن سوالات و جوابات کو بھی بوجہ طوالت ہم نے یہاں درج نہیں کیا) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہودیوں کے عالم تین تھے۔ از آنجملہ دو تو جھپٹ کر اُٹھے اور اُنہوں نے صاف کہا:—
نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔" مگر تیسرے نے ذرا تامل کیا اور یہ عرض کی کہ یا علیؑ بات تو میرے دل میں وہی آئی تھی جو میرے ساتھیوں کے دل میں آئی۔ لیکن مجھے ایک بات اور پوچھنا باقی ہے (وہ بتا دیجئے تو میں بھی اسی طرح ایمان لے آؤنگا)

پہلے زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں جو تین سو نو برس تک مردہ رہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُن کو زندہ کیا۔ اب آپ مجھے بتلا دیجئے کہ اُن کا قصہ کیا ہے؟ جناب امیر علیہ السلام نے یہ سُنا تو اس طرح شروع فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ الخ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۶۹ سطر ۶۰۵) اور جب حضرت نے ارادہ کیا کہ سورہ کہف کی تلاوت فرمائیں تو وہ یہودی بول اُٹھا کہ یہ سورہ تو ہم نے بہت دفعہ سُنا ہے اگر آپ کو اصل واقعہ سُنانا ہے تو ان لوگوں کا پورا قصہ سُنائیے۔ اُن کے نام بتلائیے۔ اُن کی تعداد سے مطلع کیجئے۔ اُن کے کتے کا نام بتائیے۔ اُن کے غار کا نام فرمائیے۔ اُن کے ملک کے نام سے آگاہ کیجئے اور اُن کے شہر کا نام بتلا دیجئے؟ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر طرح کی قوت وقدرت تو خدا ہی کو حاصل ہے مگر اے یہودی! (تو بھی کیا یاد رکھیگا سُن لے) میرے حبیب جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ ملک روم میں ایک شہر اُفسوس نامی تھا جس کا بادشاہ بہت ہی نیک شخص تھا۔ اُس بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ معاملہ سلطنت درہم وبرہم ہوگیا۔ اور اراکین سلطنت میں پھوٹ پڑ گئی۔ یہ معاملہ فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے گوش زد ہوا جس کا نام دُقیوس تھا۔ وہ ایک لاکھ آدمی لے کر چڑھ دوڑا اور شہر اُفسوس پر قبضہ کر لیا اور اُسی کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اور اُس میں ایک قلعہ ایسا تعمیر کیا جس کا طول وعرض تین میل سے تین میل تھا۔ پھر اُس قلعہ میں ایک دربار کا مکان بنوایا جس کا طول وعرض ہزار ہاتھ سے ہزار ہاتھ تھا۔ اُس میں تمام شیشہ جڑا ہوا تھا اور اُس دربار کے مکان میں چار ہزار ستون سونے کے تھے اور ہزار قندیلیں سونے کی تھیں جو خالص چاندی کی زنجیروں میں لٹک رہی تھیں۔ جن میں اچھی سے اچھی خوشبویئں روشن کی جاتی تھیں۔ اس دربار کے مشرقی حصہ میں اسّی نشست گاہیں قرار دی تھیں۔ اور اسی طرح غرب کی طرف اسّی نشست گاہیں بنائی تھیں۔ سورج کسی طرف سے بھی ہر پھر کر آئے اس دربار کے مکان میں موزوں روشنی پہنچاتا تھا اور بادشاہ نے اپنے لئے ایک تخت سونے کا بنوایا تھا جس کے پائے چاندی کے تھے مگر اُن میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس کے اُوپر قالین بچھائے تھے اور تخت کے داہنی طرف اسّی کرسیاں سونے کی زبرجد سبز سے جڑی ہوئی بچھائی تھیں۔ اِن پر تو وہ اپنے مذہب کے پادریوں کو بٹھاتا تھا اور تخت کے بائیں طرف اسّی کرسیاں چاندی کی بچھائی تھیں جن میں یاقوت سُرخ جڑے ہوئے تھے۔ اُن پر اپنے اراکین دربار یعنی والیانِ ملک کو جو اُس کے ماتحت تھے بٹھاتا تھا۔ پھر خود تخت پر بیٹھ کر تاج اپنے سر پر رکھتا تھا۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ اس پر وہ یہودی اُچھل پڑا اور کہنے لگا یا امیرالمؤمنین وہ تاج کس چیز کا تھا؟ حضرت نے فرمایا کہ ہر طرح کی قوت وقدرت تو خدائے بزرگ وبرتر ہی کو

ہے(اب یہ سوال کیا ہے تو اِس کا جواب سُن لے) اُسکا تاج سونے کا تھا مگر جالیدار جس کے سات رُکن تھے۔ کہ ہر رُکن پہ ایک ایسا سفید موتی جڑا ہُوا تھا جسکی چمک اُس چراغ کی روشنی کے مانند تھی جو اندھیری رات میں روشن کیا جائے اور اُس نے اپنے والیانِ ملک کی اولادیں سے پچاس لڑکے لئے اُنکو دیباجِ سُرخ کی پوشاک پہنائی اور فرندِ سبز کے پاجامے پہنائے۔ تاج اُنکے سروں پہ رکھے۔ کڑے اُنکے ہاتھوں میں ڈلوائے۔ اور پازیب اُنکے پاؤں میں پہنائیں اور سونے کے عصا اُنکے ہاتھوں میں دئے اور اُنکو اپنے پیچھے ایک صف میں کھڑا کیا اور علماء کی اولادیں سے چھ لڑکے لئے جنکو اپنا وزیر قرار دیا۔ اُن میں سے تین کو اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتا تھا اور تین کو بائیں ہاتھ۔ یہانتک سُنکر یہودی بولا کہ بھلا جن تین کو اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتا تھا ان کے نام کیا تھے۔ اور جن تین کو اپنے بائیں ہاتھ بٹھاتا تھا اُن کے نام کیا تھے؟ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جن تین کو اپنے دائیں ہاتھ بٹھلاتا تھا اُن کے نام تو تملیخا۔ مکسلمینا اور مجسلمینا تھے۔ اب رہے وہ تین جن کو بائیں ہاتھ بٹھلاتا تھا اُن کے نام مرطوس کینطوس اور ساربیوس تھے۔ اپنے تمام معاملات میں انہی سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہ بادشاہ اپنے مکان کے صحن میں بھی روزانہ اجلاس کیا کرتا تھا۔ اِس طرح کہ اُس کے مذہبی سردار دائیں ہاتھ بیٹھتے تھے اور امراؤ ارا کینِ دربار اُس کے بائیں ہاتھ بیٹھتے تھے اور تین نوجوان اس شان سے اُس کی حضور میں پہنچتے تھے کہ ایک کے ہاتھ میں سونے کا پیالہ مُشک سے بھرا ہُوا ہوتا تھا اور دُوسرے کے ہاتھ میں چاندی کا پیالہ گلاب سے بھرا ہُوا ہوتا تھا اور تیسرے کے ہاتھ میں ایک سفید پرندہ ہوتا تھا جس کی چونچ سُرخ ہوتی تھی۔ جیسے ہی بادشاہ کی نظر اُس پرندہ پر پڑتی وہ سیٹی بجاتا اور پرندہ اُس سیٹی کو سُن کر گلاب کے پیالے میں جا پڑتا اور اُس میں خوب لوٹ کر اپنے پَر و بازو کو گلاب میں تر کر لیتا۔ پھر دوسری سیٹی پہ وہ پرندہ اُس پیالہ میں سے اُڑ کر مشک کے پیالہ میں جا پڑتا اور اُس میں خوب لوٹ کر اپنے پَر و بال میں مشک بھر لیتا۔ پھر تیسری سیٹی دینے پر وہ پرندہ اُڑ کر بادشاہ کے سر پر معلق ہو جاتا (اور بادشاہ کے اُوپر اُن خوشبوؤں کی بارش کرتا) بادشاہ نے جو یہ رنگ دیکھا تو بڑی سرکشی اور جبروت اختیار کی۔ اور خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر اپنے لئے خدا ہونے کا دعوےٰ کیا اور اپنی رعایا میں جو عزت دار تھے اُن سب کو اس کے قبول کرنے کی دعوت دی اور جس جس نے اُس کی یہ دعوت مان لی اُن کو انعام دئے۔ اُن کی آؤ بھگت کی۔ اُن کو خلعت دئے۔ اور جس نے اُس کی بات نہ مانی اُس کو قتل کر دیا۔ (اب جان کے خوف سے اور مال کے لالچ سے) زیادہ ماننے والے ہی ہو گئے۔ اُس نے سال میں ایک مرتبہ اُن کے لئے ایک عید قرار دی۔ پس ایک دن جبکہ وہ لوگ عید منا رہے تھے اور مذہبی لوگ اُس کے دائیں ہاتھ بیٹھے تھے اور ارا کینِ سلطنت بائیں ہاتھ بیٹھے تھے کہ یکایک اُن

پادریوں میں سے ایک پادری آگے بڑھا اور اُس کو اطلاع دی کہ فارس کی فوجیں چڑھ آئی ہیں۔ یہ سُن کر اُس کو اس قدر رنج پہنچا کہ تاج اُس کے سر سے گر گیا۔ اُن تین نوجوانوں میں سے جو اُس کے دائیں ہاتھ تھے ایک نے جس کا نام تملیخا تھا اس بات کو غور سے دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر دقیوس جیسا کہ گمان کرتا ہے خدا ہوتا تو اسے نہ تو خوشی ہوتی اور نہ رنج اور نہ اُس کو پیشاب کی ضرورت ہوتی نہ پاخانہ کی اور نہ سوتا اور نہ جاگتا۔ یہ سب باتیں خدا کے کام نہیں ہیں۔ یہ جوان سب تعداد میں چھ تھے اور قاعدہ انہوں نے یہ مقرر کیا تھا کہ کھانا سب مل کر ایک ایک دن ایک ایک کے ہاں کھایا کرتے تھے۔ وہ دن تملیخا کے ہاں کھانا کھانے کا تھا۔ اُس نے اُن کے لئے اچھے اچھے کھانے اور نفیس نفیس پینے کی چیزیں تیار کر رکھی تھیں۔ جب سب کھانے پینے سے فارغ ہوئے تو اُس نے کہا بھائیو! میرے دل میں ایک ایسی بات پیدا ہوئی ہے جس نے میرا کھانا پینا بھی چھڑا دیا ہے اور نیند بھی اُڑا دی ہے۔ سب نے مل کر کہا اے تملیخا! وہ بات کیا ہے؛ تملیخا نے کہا کہ میں نے مدت تک آسمان کے بارے میں غور کیا کہ وہ کون ہے جس نے اس کی چھت کو ایسی بلندی پر سنبھال رکھا ہے حالانکہ نہ اُوپر سے کچھ طنابیں تنی ہوئی ہیں اور نہ نیچے سے کوئی اڑواڑ لگی ہوئی ہے۔ اور وہ کون ہے جس نے اس میں سورج اور چاند جیسے دو چمکتے ہوئے روشنی دینے والے ستارے چلتے کر دیئے ہیں اور وہ کون ہے جس نے اس کو ستاروں سے زینت دی ہے۔ پھر میں نے مدت تک اس زمین کے بارے میں فکر کی تو میں نے سوچا کہ وہ کون ہے؛ جس نے اس کو جمع شدہ پانی کے اوپر مسطح کر کے پھیلا دیا ہے اور وہ کون ہے جس نے پہاڑوں کے ذریعہ سے اس کو اس بات سے روکا۔ کہ کسی طرف جھک نہ جائے۔ پھر میں نے اپنی ذات کے بارے میں سوچا اور بہت سوچا اور یہ خیال کیا کہ آخر وہ کون ہے جس نے مجھے ماں کے پیٹ سے جنین بنا کر نکالا اور جبکہ میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا تو مجھ کو غذا بھی پہنچائی اور میری پرورش بھی کی۔ ضرور ان سب چیزوں کا کوئی بنانے والا اور کوئی تدبیر کرنے والا اور یہی ہے یہ دقیوس بادشاہ تو ہے نہیں۔ ہو نہو وہ کل بادشاہوں کا بادشاہ اور تمام آسمانوں پر حکم چلانے والا ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ سب نوجوان تملیخا کے قدموں پر گر پڑے اور اُن کو بوسہ دیکر کہنے لگے۔ کہ بیشک اللہ تعالےٰ نے ہم سب کو آپ کے ذریعے سے گمراہی سے بچایا اور ہدایت کا رستہ سمجھایا۔ اب آپ جو رائے ہم کو دیں (ہم اُسی کی تعمیل کو حاضر ہیں) حضرت فرماتے ہیں کہ تملیخا یہ سُنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کا چھوٹا سا ایک باغ تھا اُس کے پھل تین درہم کو فروخت کئے۔ وہ اپنی جیب میں ڈالے اور سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شہر سے نکل گئے جب تین میل چل چکے تو تملیخا نے کہا کہ بھائیو! دنیاوی سلطنت تو گئی اور دنیا کا معاملہ زائل ہو

گیا اب اپنے اپنے گھوڑوں سے اُترلو اور پیادہ پا چلو۔ چنانچہ وہ اُسی دن دن میں سات فرسخ (۲۱ میل) چلے اور اُن کے پاؤں سے خون بہنے لگا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ایک گڈریہ سے اُن کو ملنے کا اتفاق ہوا تو اُنہوں نے پوچھا کہ اے گڈریے آیا تیرے پاس کچھ دُودھ پینے کو مل سکتا ہے یا پانی پینے کی کوئی سبیل ہے؟ راعی نے کہا کہ تمہیں جو جو کچھ چاہیئے وہ سب موجود ہے مگر مجھے تمہارے چہروں سے شاہی کے آثار معلوم ہوتے ہیں اور میرا گمان یہ ہے کہ تم بادشاہ دقیوس کے خوف سے بھاگے ہو۔ اُن سب نے کہا کہ اے گڈریے! ہمارے لئے جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے اور سچائی ہم کو تیرے ہاتھ سے بھی نجات دے سکتی ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اُس وقت اُن سب نے اُسے اپنا قصہ سُنایا۔ گڈریے نے اپنے آپ کو اُن کے قدموں پر گرا دیا اور اُن کے قدم چُومنے لگا اور کہنے لگا کہ صاحبو! جو بات آپ لوگوں کے دل میں سما چکی ہے وہی میرے دِل میں بھی سما گئی ہے۔ مگر مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ میں بھیڑ بکریاں اِن کے مالکوں کو واپس کرآؤں اور آپ صاحبوں سے آملوں۔ چنانچہ یہ ٹھہر گئے۔ اُس نے بھیڑ بکریاں واپس کیں اور دَوڑتا چلا آیا۔ ایک کُتا بھی اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اِتنا سُن کے وہ یہودی بولا کہ یا علیؑ مرتضےٰ یہ تو بتلا دیجئے کہ اُس کُتے کا رنگ کیا تھا اور اُس کا نام کیا تھا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے اخا الیہود اُس کُتے کا رنگ تو ابلق تھا جس میں سیاہی زیادہ تھی۔ اب رہا نام سو وہ قطمیر تھا۔ جب اُن نوجوانوں نے کُتے کی طرف دیکھا تو ایک دُوسرے سے کہنے لگے کہ یہ کُتا بھونک کر ہمیں فضیحت کرے گا۔ لاؤ اِسے پتھر مار مار کر بھگا دیں۔ جیسے ہی کُتے نے اِن کی طرف دیکھا کہ یہ اُسے بھگانے پر اصرار کر رہے ہیں تو وہ اپنی دُم کے بَل کھڑا ہو گیا۔ سیج سیج چلا اور نہایت صاف زبان سے گویا ہوا اور بآواز بلند یہ کہتا تھا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ صاحبو! مجھے رہنے دو۔ میں آپ کے دشمنوں سے آپ کی نگہبانی کروں گا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اب تو لگے وہ اُس کو گلے سے لگانے اور گڈریا اُن سب کو لیکر چلا۔ اور چلتا ہی رہا یہانتک کہ ایک پہاڑ پر اُن سب کو لیکے جا چڑھا۔ اور وہاں لے جا کے اُن سب کو ایک غار میں اُتار دیا جس کا نام وصید تھا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ اُس غار کے سامنے چشمہ بھی ہے اور میوہ دار درخت بھی ہیں۔ پس اُنہوں نے وہ میوے کھائے اور پانی پیا اور جب رات ہو گئی تو سب نے اُس غار میں پناہ لی۔ اُس وقت ملک الموت کو خدائے تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اُن کی رُوحیں قبض کرلے اور ایک ایک آدمی پر دو دو فرشتے تعینات کر دے کہ ہر ایک کو داہنی کروٹ سے بائیں اور بائیں کروٹ سے داہنی بدلواتے رہیں اور سورج کے داروغہ کو یہ حکم دے دیا کہ سُورج اُن کے غار سے داہنے ہاتھ سے بچا بچا جاتا رہے اور بائیں ہاتھ کو کترا کے چلا جایا کرتے۔

یہاں دقیوس جب عید کے میلے سے پلٹ کر آیا تو اُس نے اُن نوجوانوں کی بابت دریافت کیا تو اُس کو خبر دی گئی کہ وہ تو بھاگ گئے۔ وہ اسی ہزار سوارے کر چلا اور اُن کے قدموں کے نشان پر آتے آتے اُسی پہاڑ پر آچڑھا اور اُسی غار میں جا اُترا۔ اُن لوگوں نے دیکھا تو اُن کو سوتے پایا۔ اس پر وہ بادشاہ کہنے لگا کہ اگر میں ان کو کچھ سزا بھی دینا چاہوں تو جو سزا ان لوگوں نے اپنے آپ کو دی ہے میں اُس سے زیادہ کیا سزا ان کو دوں گا۔ مگر معماروں کو بلواؤ (چنانچہ معمار آئے) اور بادشاہ کے حکم سے غار کا دروازہ پتھر اور چونے سے بند کر دیا گیا۔ پھر اُس نے اپنے درباریوں سے کہا کہ ان لوگوں سے کہدو کہ یہ اپنے اُس خدا سے جو آسمانوں میں ہے کہدیں کہ وہ اُن کو اُٹھا کر لے جائے۔ اور اگر یہ سچے ہیں تو ان کو اس جگہ سے رہائی دلوا دے۔ پھر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یہودی وہ تین سو نو برس اسی حال میں رہے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا کہ اُن کو زندہ کرے تو اسرافیل فرشتے کو حکم دیا کہ اُن کے جسم میں رُوح پھونک دے تو وہ اپنی نیند سے اُٹھ بیٹھے۔ پھر جو سُورج چمکا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ رات بھر تو ہم خدا کی عبادت سے غافل ہی رہے۔ اُٹھ کر کیا دیکھتے ہیں کہ چشمہ بہت ہی نیچے کو اُتر گیا اور درخت بالکل سُوکھ گئے۔ ایک دُوسرے سے کہنے لگے ہمارا معاملہ تو بہت ہی عجیب ہے۔ ایسا بھرا پُرا چشمہ ایک ہی رات میں ایسا اُتر گیا۔ اور ایسے ایسے درخت ایک ہی رات میں یوں سُوکھ گئے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اِدھر اُن کو بھوک نے ستایا تو آپس میں کہنے لگے کہ اچھا اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دے کے بستی میں تو بھیجو کہ وہ جا کر دیکھے کہ کونسا کھانا پاکیزہ ہے کہ اُس میں سے تمہارے لئے کچھ کھانا لائے مگر آئے جائے چُپ چاپ اور تمہاری خبر مطلق کسی کو نہ کرے۔ اس پر تملیخا نے کہا کہ تمہارے کاموں کے لئے میرے سوا کوئی نہ جائے گا۔ مگر اے چرواہے! لا تو اپنے کپڑے مجھے دے دے (میں بھیس بدل کر جاؤں) (حضرت فرماتے ہیں کہ چرواہے نے اپنے کپڑے اُن کو دے دئے) اور تملیخا (اُن کو پہن کر) شہر کو چلدئے۔ راستہ میں بہت سی ایسی جگہیں دیکھیں جو پہچان ہی میں نہ آتی تھیں اور کتنے ہی راستے ایسے ملے جو اوپرے اوپرے تھے۔ تا آنکہ وہ شہر کے دروازے پر پہنچے۔ وہاں یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سبز جھنڈا قائم ہے جس پر زرد حرفوں میں یہ لکھا ہے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ عِيْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ وَرُوْحُهٗ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ وہ لگے اس علم کو غور سے دیکھنے اور اپنی آنکھوں سے مس کرنے اور یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ کیا میں اب بھی سو رہا ہوں۔ پھر شہر میں گئے۔ بازار میں پہنچے تو وہاں ایک نان بائی کو دیکھا تو اُس سے کہا کہ میاں نانبائی! تمہارے اس شہر کا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا اُفسوس۔ فرمایا اچھا تمہارے بادشاہ کا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا عبدالرحمٰن! کہنے لگے اے شخص ذرا مجھے ہلا جُلا تو سہی کہیں میں سوتا تو نہیں ہوں۔ نان بائی نے کہا سبحان اللہ! اگر تم

سوتے ہوتے تو مجھ سے بات کیسے کرتے۔ اس پر تملیخا اُس نانبائی سے بولے اچھا تو تم مجھے اس روپیہ کا کھانا دے دو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جب نانبائی نے وہ درہم۔ اُس کی بڑائی اور اُس کے نقوش دیکھے تو بڑا تعجب کیا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہودی یہانتک سُن کر اُچھل پڑا اور کہنے لگا کہ یا علیؑ ہر درہم کا وزن کس قدر تھا؟ حضرت نے فرمایا کہ اے یہودی اُس وقت کے ہر درہم کا وزن اس وقت کے درہم کے مقابلہ میں ۱۰ تھا۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ نان بائی اُس درہم کو دیکھ کر بولا اے شخص! تجھے تو کہیں بڑا خزانہ ملا ہے۔ تملیخا نے کہا کہ بھائی ایسا نہیں ہے یہ تو میرے باغ کے پھلوں کی قیمت ہے جو کوئی تین دن ہوتے ہیں کہ میں نے بیچے تھے اور میں اس شہر سے چلا گیا تھا اور لوگوں کو دقیوس بادشاہ کی پرستش کرتے چھوڑ گیا تھا۔ یہ سُنکر تو نان بائی اپنے آپے میں نہ رہا اور کہنے لگا اگر تو مجھے اُس خزانہ کا حصّہ نہ دے گا تو تو میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ غضب خدا کا تو ایسے شرابی آدمی کا ذکر کرتا ہے جو خدائی کا دعوے کیا کرتا تھا۔ اور جسے مرے ہوئے بھی تین سو برس سے زیادہ ہو گئے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اُس نانبائی نے تملیخا کو گرفتار کر لیا۔ اور اُسے بادشاہ وقت کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا۔ کہ یہ جوان کون ہے؟ نانبائی نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو بڑا خزانہ ملا ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اے جوان! ڈر نہیں! اس لئے کہ ہمارے نبی حضرت عیسےؑ ابن مریمؑ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ جن لوگوں کو خزانے ملیں ہم اُن سے اُن کا صرف پانچواں حصّہ لیں۔ پس تو پانچواں حصّہ ہمیں دیدے اور بخیر و عافیت چلا جا۔ اس پر تملیخا نے کہا کہ اے بادشاہ! ذرا میرے معاملے میں غور و فکر کو کام میں لائیے۔ مجھے خزانہ وغیرہ کچھ نہیں ملا۔ میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ تم اسی شہر کے رہنے والے ہو؟ اُنہوں نے فرمایا جی ہاں اسی شہر کا۔ بادشاہ نے کہا تو اچھا کچھ لوگوں کے نام تو لو۔ اُس وقت تملیخا نے کوئی ہزار آدمیوں کے نام لئے۔ جن میں سے کوئی ایک بھی نہیں پہچانا جاتا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ نام تم کیسے لے رہے ہو؟ فرمایا کہ ہمارے زمانے کے نام تو یہی تھے۔ بادشاہ نے کہا اچھا اس شہر میں تمہارا کوئی گھر بھی ہے؟ فرمایا جی ہاں ہے۔ ذرا بادشاہ سلامت میرے ساتھ سوار ہو کر چلیں۔ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ بادشاہ سوار ہو کر اُن کے ساتھ ہو گیا۔ تو اس شہر میں جس مکان کا سب سے زیادہ اونچا دروازہ تھا اُس پر تملیخا بادشاہ کو لے آئے اور کہنے لگے یہی مکان میرا گھر ہے۔ اُس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک بوڑھا بھونس نکل کر آیا کہ بڑھاپے کے سبب اُس کی بھنویں لٹک کر اُس کی آنکھوں پر آ رہی تھیں۔ دریافت کرنے لگا کہ آپ صاحبوں کا کیا مطلب ہے؟ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم ایک عجیب خبر تمہارے پاس لائے ہیں۔ یہ نوجوان گمان کرتا ہے کہ یہ مکان اسی کا ہے۔ تو اب وہ بوڑھا ان کی طرف

متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ آپ ہیں کون؟ فرمایا کہ میں قسطنطین کا بیٹا تملیخا ہوں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ سنکر بوڑھا اُن کے قدموں پر گر پڑا اور دونوں قدم چوم کے کہنے لگا کہ بیت المقدس کے مالک خدا کی قسم یہ تو میرے اجداد میں سے ہیں۔ اب بادشاہ کو خیال آیا کہ اوہو! یہ تو اُن چھ میں سے ہیں جو دقیوس بادشاہ کے خوف سے بھاگ کر چلے گئے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس خیال کے آتے ہی بادشاہ تعظیماً اپنے گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور اُن کو اپنے کاندھے پر اُٹھا لیا اور لوگ لگے اُن کے ہاتھ اور پاؤں چومنے۔ اور یہ پوچھنے لگے کہ اے تملیخا! تمہارے اور ساتھی کیا ہوئے؟ اُنھوں نے اُن کو اطلاع دی کہ فلاں غار میں ہیں۔ اب جس دن کا یہ واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اُس دن اس شہر کے مالک دو بادشاہ تھے۔ ایک مسلمان اور ایک عیسائی۔ سو یہ دونوں مع اپنے درباریوں کے سوار ہو کر تملیخا کے ساتھ گئے۔ اور جب غار کے قریب پہنچے تو تملیخا نے اُن سب سے کہا کہ صاحبو! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میرے ساتھی گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُن کر کہیں یہ نتیجہ نہ نکالیں۔ کہ بادشاہ دقیوس اُن کو پکڑنے آ گیا ہے لہٰذا مجھے مہلت دیجئے کہ میں آگے بڑھ کر اُن کو خبر کر دوں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ سب لوگ ٹھہر گئے۔ اکیلے تملیخا آگے بڑھ کر غار میں پہنچے۔ جب اپنے ساتھیوں نے ان کو دیکھا تو اُن سے گلے ملے اور کہنے لگے کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے آپ کو دقیوس کے ہاتھ سے نجات دی۔ اس پر تملیخا بولے کہ تم اپنا اور دقیوس کا ذکر تو چھوڑو۔ تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ تم یہاں کتنی مدت رہے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ یہی دن بھر یا اس سے کچھ کم! تملیخا نے کہا کہ تم لوگوں کو یہاں تین سو نو ۳۰۹ برس ہو چکے۔ دقیوس مدت ہوئی مرگیا۔ اور اس کے بعد صدی پر صدی گزر گئی۔ اللہ تعالےٰ نے تو اس شہر والوں کے لئے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے جس کا نام حضرت مسیح عیسٰے ابن مریمؑ ہے اور اُن کو خدائے تعالےٰ نے زندہ زمین سے اُٹھا لیا ہے۔

اب خود اس شہر کا بادشاہ مع اور لوگوں کے ہم لوگوں کی زیارت کو آیا ہے۔ وہ بے چارے سُن کر گھبرائے اور کہنے لگے کہ اے تملیخا! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو سب لوگوں کے لئے نشانہ اور آزمائش بنا دیں۔ تملیخا بولے کہ اب تم بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ بولے کہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی خدائے تعالےٰ سے دعا کریں اور ہم بھی خدائے تعالےٰ سے آپ کے ساتھ دعا کریں کہ وہ ہماری رُوحیں پھر قبض کرلے اور ہمارا آج شام کا کھانا ہم کو جنت میں عطا فرمائے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس پر اُن سب نے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کرنے لگے کہ خداوندا! جو کچھ دینِ برحق میں سے تو نے ہم کو عطا فرمایا اُسی کا واسطہ تو ہماری رُوحوں کو قبض کرنے کا حکم جاری۔ اور اس غار کے دروازہ پر ایسی روگ لگا دے کہ آدمی اندر آنے سے پریشان ہو۔ پس وہ دونوں بادشاہ آ کر غار کے دروازہ پر سات دن طواف کرتے رہے اور اُن کو غار میں جانے

کا کوئی راستہ ہی نہ ملا۔ اُس وقت مسلمان بادشاہ تو کہنے لگا کہ یہ اصحابِ کہف ہمارے دین پر مرے ہیں تو اس غار کے دروازہ پر مسجد بنواؤں گا۔ اس پر وہ نصرانی بادشاہ بولا کہ واہ وہ تو ہمارے دین پر مرے ہیں۔ میں تو اس غار کے دروازہ پر گرجا بنواؤں گا۔ المختصر دونوں میں خوب لڑائی ہوئی اور آخر الامر مسلمان بادشاہ عیسائی بادشاہ پر غالب آیا۔ اور اُس نے غار کے دروازہ پر مسجد بنوا ہی دی۔ یہ قصہ تمام فرما کے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے یہودی! میں تجھے خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جو کچھ تمہاری توریت میں لکھا ہے میرا بیان اُس کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہودی نے عرض کی خدا کی قسم نہ آپ نے ایک حرف کم کیا نہ زیادہ کیا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے برحق رسول ہیں اور اس بات کی بھی دیتا ہوں کہ جناب رسولِ خدا کے برحق خلیفہ۔ وصی اور مومنوں کے امیر صرف آپ ہی ہیں۔ (قول مترجم) اس واقعہ میں جو یہ ذکر آیا ہے کہ اُس شہر کے مالک دو بادشاہ تھے۔ ایک مسلمان اور ایک عیسائی۔ تو اس مسلمان سے محمدی مراد نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرت کی بعثت کا وقت اُس وقت تک نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ایسا شخص مراد ہے جو جناب عیسے علیہ السلام کو اُسی منزلت پر سمجھتا تھا جو منجانب اللہ آن حضرت کو عطا ہوئی تھی۔ اور عیسائی سے مراد تثلیث کا عقیدہ رکھنے والا ہے۔ لفظ مسلمان یا مسلم کی بنا کُل توحید و نبوت کے ماننے والوں کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلی آتی ہے جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۵ (دیکھو صفحہ ۴۴۲ سطر ۷)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۴۷۲

مَن لا یحضرہ الفقیہ میں ہے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی شخص انشاء اللہ کہنا بھول جائے تو چالیس دن کے اندر جس وقت یاد آئے کہدے۔ اس لئے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چند یہودی کچھ سوال لے کر آئے تھے۔ حضرت نے بغیر انشاء اللہ کہے ہوئے فرمادیا تھا کہ تم لوگ کل میرے پاس آنا میں اِن سوالوں کا جواب دے دونگا۔ پس چالیس روز تک جبرئیل حاضرِ خدمت نہ ہوئے۔ اکتالیسویں روز یہ آیہ لائے وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۵ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ (دیکھو صفحہ ۴۷۲ سطر ۶)

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے آیہ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۰۹ سطر ۸) کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب خداوند عالم نے حضرت آدمؑ اور حوّاؑ سے ارشاد کیا کہ تم دونوں نہ اس درخت کے

پاس جانا اور نہ اس کا پھل کھانا تو انہوں نے بغیر انشاء اللہ کہے ہوئے اقرار کر لیا کہ پروردگارا ہم دونوں نہ اس درخت کے قریب جائیں گے اور نہ اس کا پھل کھائیں گے۔ پس خداوند عالم نے اُن دونوں کے دلوں میں اُس درخت کی خواہش پیدا کر دی۔ امام نے فرمایا کہ خدائے عزوجل نے اپنے نبی کے پاس یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ہ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ (دیکھو صفحہ ۴۲۲ سطر ۶) جس کا مطلب یہ ہے کہ میرا ارادہ تو اس کام کے کل کرنے کا ہے۔ سوائے اس کے کہ اللہ چاہے۔ یعنی اگر اللہ نہ چاہے گا تو نہ کر سکوں گا۔ پس مشیتِ خدا ہر بات میں مقدم ہے۔ پس جب اللہ ہی کو یہ منظور نہ ہوگا کہ میں وہ کام کروں تو مجھے کام کرنے کی قدرت کہاں سے ملیگی۔ اسی لئے خدائے تعالےٰ نے فرمایا۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ " جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اپنے فعل کو خدا کی مشیت کے ساتھ مشروط کردے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کسی ضرورت کے لئے ایک شخص کے نام خط لکھنے کا حکم دیا۔ جب خط لکھ کر کاتب نے حضرت کے سامنے پیش کیا تو اُن جناب نے بعد ملاحظہ ارشاد فرمایا کہ تم کو کیسے اُمید ہو گئی کہ ہمارا مقصد پورا ہوگا حالانکہ اس میں انشاء اللہ کہیں بھی نہیں ہے۔ تم اس میں ہر اُس موقعہ پر جہاں لفظ انشاء اللہ کی ضرورت ہے وہاں انشاء اللہ لکھ دو۔

التہذیب میں اس روایت کے بعد اتنا اور زیادہ ہے کہ حضرت نے دوات قلم منگا کر حکم دیا کہ لو اس میں لفظ انشاء اللہ بڑھا دو۔ چنانچہ جس جس موقع پر ضرورت تھی وہاں لفظ انشاء اللہ بڑھا دیا گیا۔

التہذیب میں مرازم بن حکیم سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن جناب امام جعفر صادق علیہ السلام مُعتب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہ عمرۂ مفردہ ادا کرنے لئے جانے والا تھا۔ مُعتب نے حضرت کے سامنے ایک تختی رکھ دی جس پر اُس نے اپنے عیال کے خورد و نوش کے بارے میں کچھ ہدایات لکھی تھیں اور یہ بھی اُس میں تحریر تھا کہ اتنا اتنا مال فلاں فلاں کو دیا جاوے لیکن اس میں انشاء اللہ کسی جگہ نہیں لکھا تھا۔ حضرت نے فرمایا اے مُعتب! یہ تختی کس نے لکھی ہے۔ کہیں اُس نے انشاء اللہ نہیں لکھا۔ اُس نے کیسے سمجھ لیا کہ یہ کام پورے ہو جائیں گے۔ پس حضرت نے قلم و دوات طلب کر کے فرمایا اس میں انشاء اللہ اور بڑھا دو۔

ضمیمہ نوٹ سطر ۳ متعلق صفحہ ۴۷۵

اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ سَوّٰکَ رَجُلًا ہ

کتاب الاختصاص میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بروایت عبد اللہ ابن سلیمان جناب امام جعفر

صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس وقت (خلافتِ اوّل کے آغاز میں) جناب امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو گلے میں چادر ڈال کر نکالا گیا ہے تو وہ حضرت جناب رسولِ خدا کی قبر کے پاس ٹھہرے اور یہ ارشاد فرمایا "یَا ابْنَ عَمِّیْ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ"۔ (اے میرے چچیرے بھائی! بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر ڈالیں) پس جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر مبارک سے ایک ہاتھ ابوبکر کی طرف (اشارہ کرتا ہوا) نکلا۔ جس کو لوگ پہچانتے تھے کہ آنحضرتؐ ہی کا ہاتھ ہے اور ایک ایسی آواز پیدا ہوئی جس کو لوگ پہچانتے تھے کہ آنحضرتؐ ہی کی آواز ہے اور یہ ارشاد فرمایا :- یٰهٰذَا اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا (اے شخص! کیا تو اُس کا انکار کرتا ہے جس نے (فی الحقیقت) تجھ کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھے اچھا خاصہ آدمی بنا دیا)

اُسی کتاب میں بروایتِ محمد ابن خالد الطیالسی جس نے بتوسط اپنے والد کے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے منقول ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ بنا دیا گیا تو عمر جناب امیر المومنین علی ابنِ ابیطالب علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ ابوبکر خلیفہ بنا دیا گیا؟ اُن جناب نے عمر سے فرمایا کہ اُسے خلیفہ بنا کس نے دیا؟ کہنے لگا کہ سب مسلمانوں نے باہمی رضامندی سے بنا دیا۔ اس پر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ واللہ! ان مسلمانوں نے کتنی جلد جنابِ رسول خدا سے مخالفت کی ہے اور کس طرح آنحضرتؐ کے عہد کو توڑا ہے اور ابوبکر کا وہ نام رکھ دیا ہے جس کا وہ مستحق ہی نہیں۔ واللہ جنابِ رسولِ خدا نے اُس کو خلیفہ نہیں بنایا۔ اس پر عمر آنحضرت سے کہنے لگا (معاذ اللہ نقلِ کفر کفر نباشد) کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ خدا تمہارا بُرا کرے۔ حضرت نے اُس سے فرمایا کہ میرے قول کی اگر تو دلیل چاہے تو میں وہ دلیل دینے کو موجود ہوں۔ عمر بولا کہ تم تو (معاذ اللہ) جنابِ رسولؐ خدا کے برخلاف اُن کی زندگی میں بھی جھوٹ بولا کرتے تھے اور بعد اُن کی وفات کے بھی جھوٹ بولتے ہو۔ اس پر حضرت نے اُس سے فرمایا کہ ذرا ہمارے ساتھ چل تاکہ معلوم ہو جائے کہ جنابِ رسولِ خدا کی حیات اور اُن کی وفات کے بعد وہ کون ہے جو اُن حضرت کے برخلاف سب سے زیادہ جھوٹ بولتا رہا۔ پس عمر حضرت کے ساتھ گیا تا آنکہ قبرِ مبارک پر پہنچا تو یکایک دیکھتا کیا ہے کہ ایک پنجہ برآمد ہوا جس پر یہ آیت لکھی تھی: اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا اب جناب امیرؑ نے فرمایا کیوں (اے جھوٹوں کے جھوٹے!) اب تو تو خوش ہوا دیکھ تجھے جناب رسولِ خدا نے اپنی زندگی میں بھی فضیحت کیا تھا اور اب بعدِ وفات بھی فضیحت کیا ہے۔ نیز اُسی کتاب میں

بروائیت زیاد ابن المنذر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ مدینہ کے کسی کوچہ میں بوڑھا ابوبکر جناب امیرالمومنین کو مل گیا تو حضرت نے اُس سے فرمایا کہ تو نے ایسی (اور ایسی) نالائقی کی۔ اور اِس طرح (اور اِس طرح) ظلم کیا۔ اُس نے کہا کہ اِس سے واقف کون ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ کہ جناب رسولِ خدا واقف ہیں۔ اُس نے کہا کہ میری رسائی جناب رسولِ خدا تک کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ حضرت مجھے بھی جتلادیں۔ ہاں اگر وہ حضرت خواب میں تشریف لا کر مجھ سے فرما دیں تو میں اسے مان لوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تجھے جناب رسولِ خدا کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔ چنانچہ حضرت اُس بڈھے کو مسجدِ قبا میں لے گئے تو یکایک وہ دیکھتا کیا ہے کہ جناب رسولِ خدا مسجدِ قبا میں موجود ہیں اور آں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ امیرالمومنین پر ظلم کرنے سے باز رہ۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ابوبکر کی مڈبھیڑ عمر سے ہوئی۔ اُس سے سارا واقعہ بیان کیا تو اُس نے کہا چپ رہ! (خبردار! کسی سے ذکر نہ کیجو۔ ارے کھوسٹ!) تو نے آجتک اتنا بھی نہ پہچانا کہ اولادِ عبدالمطلب ہمیشہ کے جادوگر ہیں۔ اُسی کتاب میں بروایت معاویہ ابن عمار الدہنی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن ابوبکر جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ روزِ اعلانِ ولایت (عیدِ غدیر) کے بعد جناب رسولِ خدا نے آپ کے بارے میں ہم سے کوئی نئی بات نہیں فرمائی۔ اور میں اِس بات کا اقراری ہوں اور جناب رسولِ خدا کی زندگی میں بھی میں آپ کو امیرالمومنین جانتا اور مانتا تھا اور جناب رسولِ خدا نے ہم کو یہ خبر بھی دی ہے کہ آپ اُن کے وصی اور اُن کے وارث ہیں اور اُن کے اہل وعیال کے لئے اُن کے خلیفہ بھی ہیں مگر آنحضرت نے ہم کو یہ خبر نہیں دی کہ آپ اُن کی وفات کے بعد بھی اُن کے خلیفہ ہوں گے۔ لہذا فیما بین اس معاملہ میں ہمارے ذمہ کوئی جرم نہیں اور بینی وبین اللہ ہم کسی طرح گنہگار نہیں۔ یہ سُن کر اُن حضرت نے مجھ سے فرمایا۔ کہ بھلا اگر تو جناب رسولِ خدا کو دیکھے اور آنحضرت تجھ سے یہ فرمائیں کہ جس جگہ کو تو دبا بیٹھا ہے میں ہی اُس کا مستحق ہوں نہ کہ تو۔ اور اگر تو اُس جگہ سے نہ ہٹا تو تو کافر ہو جائیگا۔ پھر کیا کہتا ہے؟ اُس نے عرض کی کہ اگر میں جناب رسولِ خدا کو دیکھ لوں اور جو کچھ آپ نے مجھ سے فرمایا ہے آنحضرت اُس کا ایک حصہ بھی مجھ سے بیان کردیں تو وہ ہی میرے لئے کافی ہوگا۔ فرمایا اچھا تو جب تو نمازِ مغرب پڑھ چکے تو میرے پاس آجائیو۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ نمازِ مغرب کے بعد حضرت کی خدمت میں آگیا۔ آپ نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور مسجدِ قبا میں لے گئے۔ تو وہ یکایک کیا دیکھتا ہے کہ جناب رسولِ خدا قبلہ کی طرف رُخ کئے ہوئے تشریف فرما ہیں اور اس سے خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ اے عتیق! تو نے علیؑ مرتضےٰ پر حملہ کیا اور نبوت کی جگہ جا بیٹھا حالانکہ میں

علیؑ مرتضےٰ کو تیرے سامنے سب پر مقدم کر چکا تھا۔ اب جو لباس (خلافت) تو نے پہن لیا ہے اُسے اُتار دے اور اُسے علیؑ کیلئے چھوڑ دے ورنہ یہ سمجھ لے کہ تیرا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ پھر حضرت ابوبکر کو ہاتھ پکڑ کر مسجد سے باہر لائے اور جناب رسولِ خدا اُن دونوں کے سامنے سے اُٹھ کر تشریف لے گئے۔ اور جناب امیر المومنین وہاں سے سلمانؓ فارسی کے پاس گئے اور فرمایا کہ اے سلمانؓ! کیا تمہیں خبر نہیں کہ معاملہ یوں اور یوں گزرا۔ سلمانؓ فارسی عرض کرنے لگے کہ ضرور ہے کہ وہ اس معاملہ کی آپ کے نام کے ساتھ شہرت دیگا اور اپنے یار کے لئے اس کیفیت کو ضرور ظاہر کرے گا اور یہ بھی ضرور ہے کہ پوری پوری خبر اُس کو پہنچائے گا۔ اس پر جناب امیر المومنین متبسم ہوئے اور فرمانے لگے کہ یار کو خبر دینا۔ یہ تو ضرور کریگا۔ پھر اپنے ذاتی معاملات پر نظر ڈال کر واللہ قیامت تک وہ دونوں ہرگز ہرگز اس کا ذکر نہ کرینگے چنانچہ اُدھر ابوبکر نے عمر سے ملاقات کی اور کہا کہ علیؑ فلاں فلاں وقت آئے تھے اور فلاں فلاں جگہ لے گئے تھے اور جناب رسولِ خدا نے ایسا اور ایسا فرمایا۔ یہ سُنکر عمر نے اُس سے کہا کہ پھٹے منہ تو بھی کتنا کودن ہے۔ خدا کی قسم تو اُس وقت (معاذ اللہ نقلِ کفر کفر نباشد) ابنِ ابی کبشہ (یہ وہ کنیت ہے جس سے کفار جناب رسولِ خدا کا ذکر کیا کرتے تھے) کے جادو کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ کیا تو اس بات کو بھول گیا کہ کل بنی ہاشم اور اُن کے ماننے والے اسی بھیس میں تو ہیں (یعنی سب جادوگر ہیں)۔

اُسی کتاب میں بروایتِ ابو سعید الدکاری جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جناب امیر المومنین کی ابوبکر سے ملاقات ہوئی تو حضرت نے اُس سے فرمایا کہ آیا جناب رسولِ خدا نے تجھ کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تو میری اطاعت کرے۔ اُس نے کہا نہیں تو۔ اور اگر آنحضرت مجھے حکم دیتے تو کیا میں اطاعت نہ کرتا؟ فرمایا چل میرے ساتھ۔ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں چلیں۔ پس وہ حضرت کے ساتھ مسجد قبا میں گیا تو کیا دیکھتا کیا ہے کہ جناب رسولِ خدا مسجد قبا میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب حضرت فارغ ہوئے تو علیؑ مرتضےٰ نے اُن سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے ابوبکر سے یہ کہا تھا کہ کیا تجھے جناب رسولِ خدا نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیا تو یہ کہتا ہے کہ ہاں نہیں دیا۔ اُس وقت جناب رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر! میں نے تجھ کو ضرور حکم دیا ہے کہ تو علیؑ مرتضےٰ کی اطاعت کر۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ابوبکر مسجد سے نکل کر عمر سے ملا تو ترساں و لرزاں تھا۔ عمر ٹھہر کر پوچھنے لگا کہ ارے تجھے ہو کیا گیا ہے؟ تو ابوبکر نے جواب دیا کہ مجھ سے جناب رسولِ خدا نے ایسا اور ایسا فرمایا ہے۔ اس پر عمر نے کہا پھتر پڑیں اُس اُمت پر جس نے تجھ جیسے کو اپنا حاکم بنا لیا۔ کیا تو بنی ہاشم کے جادو سے واقف نہیں؟ بصائر الدرجات میں بروایتِ ابی عمارہ ابان ابنِ تغلب جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المومنین ابوبکر کے پاس آئے اور اُس پر حجت قائم کر دی۔ پھر اُس سے فرمایا کہ آیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جناب رسولِ خدا میرے اور تیرے مابین فیصلہ فرمائیں۔ اُس نے

عرض کی بھلا مجھے اس کا موقع کیسے ملیگا؟ اس پر حضرت اُس کا ہاتھ پکڑ کر مسجدِ قبا میں لے آئے تو یکایک دیکھتا کیا ہے کہ آنحضرت مسجد میں موجود ہیں۔ پس آنحضرت نے جناب امیرالمؤمنین کے موافق اور ابو بکر کے برخلاف فیصلہ سُنا دیا۔ وہاں سے ابو بکر خوف زدہ واپس ہوا۔ راستہ میں عمر سے مُڈبھیڑ ہوئی۔ سارا واقعہ اُسے سُنایا تو اُس نے کہا (ارے بوبک!) تجھے ہو کیا گیا ہے آیا تو بنی ہاشم کے جادو سے واقف نہیں ہے؟

کافی میں بروایت عباس ابن جریش جناب امام محمد تقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے ابو بکر سے یہ فرمایا لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ہ (دیکھو صفحہ ۱۱۳ سطر ۱۰) اور یہ فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب رسولِ خدا نے شہید ہو کر انتقال فرمایا۔ خدا کی قسم وہ تیرے پاس ضرور آئیں گے۔ پس جب وہ تیرے پاس آئیں تو یقین کر لیجیو کیونکہ شیطان آنحضرت کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اُس وقت جناب امیر نے ابو بکر کا ہاتھ پکڑا تو یکایک اُس نے جناب رسولِ خدا کو دیکھا۔ آنحضرت نے اُس سے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر! علیؑ پر اور اُس کی اولاد میں سے جو گیارہ امام ہوں گے اُن پر ایمان لا کہ وہ سب میری مانند ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ نبوت اُن کو نہیں ملی۔ خدا کی حضور میں توبہ کر اور جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اِن کو دے دے اِس لئے کہ تیرا کوئی حق اِس میں نہیں ہے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد آنحضرت تشریف لے گئے اور ابو بکر نے اُن کو پھر نہ دیکھا۔

صاحبِ درر المناقب حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرالمؤمنین کوچہائے مدینہ کا گشت کر رہے تھے کہ ابو بکر سامنے سے آ گیا۔ اُن جنابؑ نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر فرمایا کہ اے ابو بکر! اُس اللہ سے ڈر جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے۔ پھر تجھے اچھا خاصہ آدمی بنا دیا اور اے ابنِ ابی قحافہ! قیامت کو بھی یاد کر اور جناب رسولِ خدا جو کچھ فرما گئے تھے اُسے بھی دھیان میں لا۔ یہ تو تم لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ غدیرِ خُم میں تم کو کیا کیا وصیتیں فرمائی تھیں۔ اگر اب بھی امرِ خلافت تو مجھے واپس کر دے تو میں خدا سے دعا کروں گا کہ تیرے اِس وقت تک کے افعال کو وہ بخش دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو ذرا یہ بھی سوچ لے کہ کل جناب رسولِ خدا کو کیا جواب دے گا؟ یہ سُن کر ابو بکر بولا کہ آپ مجھے جناب رسولِ خدا کو خواب میں دکھا دیں اور آنحضرت مجھ کو اُس چیز سے روک دیں جو مجھے میسر آ گئی ہے تو میں اُن کی اطاعت کروں گا۔ اِس پر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں حالتِ بیداری ہی میں تجھے آنحضرت کی کرا دوں تو کیسا؟ (اُس نے کہا سُبحان اللہ! اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔ میں اَور زیادہ اطاعت کو حاضر ہوں) پھر جناب علیؑ مرتضٰے اُس کا ہاتھ پکڑ کر مسجدِ قبا میں لے آئے تو اُس نے دیکھا کہ آنحضرت

محراب مسجد میں کفش پہنے ہوئے بیٹھے ہیں اور یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے ابوبکر! کیا میں نے تجھ سے بار بار اور بکرات و مرات یہ نہیں کہا تھا کہ علیؑ ابن ابیطالب میرے خلیفہ ہیں اور میرے وصی ہیں۔ اُن کی اطاعت میری اطاعت ہے اور اُن کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ اور اُن کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور اُن کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہاں سے ابوبکر بہت ہی پریشان و ترساں و لرزاں نکلا اور اُس نے یہ ارادہ حتمی کر لیا کہ امر خلافت جناب امیرالمؤمنین کو دے دے کہ اتنے ہی میں اُس کے یاروں میں سے ایک شخص اُسے مِل گیا۔ جو کچھ دیکھا تھا اُس سے بیان کیا تو اُس نے کہا کہ یہ تو بنی ہاشم کے جادوؤں میں سے ایک جادو ہے۔ تجھے جو خلافت مل گئی ہے اس پر ڈٹا رہ۔ اور اس کے استحکام میں کوشش کئے جا۔ الغرض اُس یار نے اتنا بہکایا کہ وہ حق سے باز رہا۔ تفسیر برہان میں کسی مشہور عالم کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ شیعہ بالاتفاق روایت کرتے ہیں کہ جب ابوبکر جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کی جگہ غصباً متمکن ہو گیا اور اپنے آپ کو امام مشہور کرنے لگا اور لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت لینے لگا تو جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرتؐ کے اقوال سے اُس پر حجت قائم کی اور یہ اقوال آنحضرت نے بہت سے موقعوں پر فرمائے تھے کہ علیؑ میرے خلیفہ اور وصی اور وزیر۔ میرا قرض ادا کرنیوالے اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ نیز آنحضرتؐ نے لوگوں کو اپنی حیات میں بھی اُنکے اتباع کا حکم دیا۔ اور بعد وفات بھی۔ ابوبکر کا جواب اس موقعہ پر یہ تھا کہ لوگو! میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے کسی طرح بہتر نہیں ہوں سو تم مجھے اِس حکومت سے معذور ہی رکھو۔ اِس پر جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ یوں کہنے سے تجھے حکومت سے کون معذور رکھے گا۔ تو خود بخود اپنے گھر میں بیٹھ رہ۔ اور امرِ خلافت اُس کے سپرد کر دے جس کو اللہ اور اللہ کے رسُولؐ نے خلیفہ اور امیر مقرر کیا ہے۔ اور قریش کے کینہ ور لوگ تجھے دھوکے میں نہ ڈالیں۔ اِس لئے کہ وہ دنیا کے بندے ہیں۔ وہ حق کو اُس کی جگہ سے صرف اِس لئے ہٹانا چاہتے ہیں کہ تیرے بعد حکومت خود حاصل کریں۔ اور جب تک تو زندہ ہے تیری دنیا کا حصّہ لیتے رہیں۔ اِس کا جواب ابوبکر سے صاف نہ بن پڑا۔ اُس کی زبان لکنت کرنے لگی۔ اور امرِ خلافت جناب امیرؑ کے سپرد کرنے میں پس و پیش کرنے لگا۔ جناب امیر علیہ السلام نے ایک دن اُس سے ارشاد فرمایا کہ اگر میں جنابِ رسُولِ خدا کو تجھے دِکھلا دوں اور وہ حضرتؐ تجھے میرا اتباع کرنے کا اور امرِ خلافت میرے سپرد کرنے کا حکم دے دیں تو بھی اُن کے قول کو قبول کرے گا؟ حضرتؐ کی اِس بات پر متعجب ہو کے دگا ہنسنے اور یہ کہنے کہ جی ہاں قبول کروں گا۔ اِس پر حضرتؐ نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُس مسجد میں لیگئے جو مدینہ میں مسجدِ قبا کے نام سے مشہور ہے۔ جنابِ رسُولِ خدا کو اُسے دِکھلا دیا کہ آنحضرتؐ اُس

سے فرماتے ہیں کہ ارے ابوبکر! کیا وہ سب کچھ بھول گیا جو علیؑ کے بارے میں میں تجھ سے کہہ چکا ہوں یہ امرِ خلافت علیؑ کے سپرد کر دے۔ علیؑ کی پیروی کر اور اُن کی مخالفت روا نہ رکھ۔ جب ابوبکر یہ سُن چکا اور جنابِ رسولِ خدا اُس کی آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گئے تو مبہوت اور متحیر ہو کر رہ گیا اور اُس کے بدن میں کپکپی سی پڑ گئی۔ اور پختہ ارادہ کر لیا کہ امرِ خلافت اُن جناب کے سپرد کر دے مگر بعد میں ثانی نے اُس کی رائے میں دخل دیا اور جو کچھ بہت سی احادیث میں بیان ہو چکا ہے وہ کچھ اُس نے کہا (اور آخر الامر اُسے حق سے باز رکھا)

قولِ مترجم - صاحبِ برہان فرماتے ہیں۔ کہ اس مضمون کی روایتیں بہت ہی کثرت سے ہیں۔ مگر ہم نے طول ہو جانے کے خوف سے اتنی ہی روایتوں پر اختصار کیا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۴۷۹

تفسیرِ عیاشی میں اس مچھلی کا قصہ دو طریقوں سے نقل کیا گیا ہے۔ ایک طریقہ سے تو جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوں روایت ہے کہ حضرت یوشعؑ نے اُس مچھلی کو بھون لیا تھا اور اُس کو ایک پیمانہ (ناپ کے برتن) میں رکھ کر ساتھ لے لیا تھا۔ پھر دونوں صاحب چلے یہاں تک کہ ایک ضعیف آدمی کے پاس پہنچے جو چت لیٹے ہوئے تھے اور اُن کا عصا اُن کے پہلو میں رکھا ہوا تھا اور اُن کے اُوپر ایک چادر ایسی پڑی ہوئی تھی کہ اُس سے سر ڈھانکتے تو اُن کے دونوں پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام تو وہاں نماز پڑھنے لگے اور حضرت یوشعؑ سے یہ فرمایا کہ تم سب چیزوں کی نگہبانی کرتے رہنا حضرت فرماتے ہیں کہ اُس وقت آسمان سے ایک بوند اُس پیمانے میں گری۔ جس سے وہ مچھلی تڑپی اور پیمانہ میں سے اُچھل کر نکلی اور دریا میں پہنچ گئی۔ خدا تعالےٰ کے اس قول وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا کا یہی مطلب ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ایک پرندہ آیا۔ کنارۂ سمندر پر اُترا۔ پھر اُس نے چونچ اپنی سمندر میں ڈالی۔ اور یہ کہا کہ اے موسےٰ میری اس چونچ کے اُوپر اس سارے سمندر میں سے جتنا پانی لگا ہے آپ کو اپنے پروردگار کے علم میں سے اتنا بھی نہیں ملا۔

اور دوسری طرح جنابِ امام محمد باقرؑ اور جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوں روایت کی گئی ہے کہ جب موسےٰ علیہ السلام کا معاملہ اس حد تک پہنچا کہ اُن کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تو اُن کو ایک پیمانہ بھی عطا ہوا جس میں ایک نمک لگی ہوئی مچھلی تھی۔ اور اُن سے یہ کہا گیا کہ یہی مچھلی آپ کو اُن صاحب تک پہنچا دے گی۔ مجمع البحرین کے پاس ایک چٹان ہے اور اُس کے پاس ایک چشمہ ہے اُس کا ایک قطرہ بھی کسی مُردے پر پڑے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے

اُس کا نام چشمۂ حیات ہے۔ چنانچہ دونوں بزرگوار چلے اور اُس چٹان کے پاس پہنچے تو حضرت یوشعؑ لگے اُس مچھلی کو اُس چشمہ میں دھونے۔ وہ مچھلی اُن کے ہاتھ میں تڑپی جس سے اُن کے ہاتھ میں ایک خراش بھی آگئی اور وہ اُن کے ہاتھ سے نکل کے دریا میں داخل ہوگئی۔ مگر وہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام سے اس واقعہ کا ذکر کرنا بھول گئے۔

کتاب اکمال الدین میں جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اُن حضرتؑ نے کسی یہودی کے جواب میں جس نے اُن حضرتؑ سے کچھ مسئلے دریافت کئے تھے۔ یہ ارشاد فرمایا کہ رہا تیرا یہ قول کہ پہلا چشمہ جو روئے زمین پر جاری ہوا وہ کونسا ہے؟ تو یہودیوں کا گمان تو یہ ہے کہ وہ وہ چشمہ ہے جو بیت المقدس میں پتھر کے نیچے سے نکلا ہے مگر وہ جھوٹے ہیں۔ بلکہ وہ چشمہ چشمۂ آبِ حیات ہے جس تک موسےٰ علیہ السّلام اور اُن کے وصی پہنچے تھے اور حضرت یوشعؑ نے نمک لگی ہوئی مچھلی اُسی میں دھوئی تھی۔ جس سے وہ زندہ ہوگئی تھی۔ اور اُس پانی کی خاصیت ہی یہ ہے کہ جس مُردہ کو چھو جائے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اور حضرت خضر علیہ السّلام ذوالقرنین کے آگے آگے اُس چشمۂ آبِ حیات کی تلاش میں گئے تھے۔ اُنہوں نے اُسے پا بھی لیا تھا اور اُس میں سے پی بھی لیا تھا۔ ہاں ذوالقرنین کو وہ نہیں ملا تھا۔

تمام شد

ضمیمہ ۔ ۔۔۔ ۱۶۵

۵۷ ۔۔۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

۵۸ ۔۔۔ ۲۸۵، ۱۲۹

۲۲۵ ۔۔۔ ۱۶۵، ۱۴۰، ۲۳۲

ص۱۷ منسوخ آیت ص۵

ص۱۱ تعریف مشتاق نوشا

ص۴۶ سچی باتوں کا

ص۱۴۱ ۔ اللہ کی رحمت

۱۸۸

۲۸۵ علی برظلم ۔۔۔

ص۱۱۵ رسول برا صادق

ص۱۲۱ بغیر امام (معصومؑ) کے نہ ہی امر بالمعروف ہو سکتا ہے اور نہ نہی عن المنکر

۲۳۲